ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
34
www.tanzeem.org
23 تا 29 ذوالحجہ 1439ھ / 4 تا 10 ستمبر 2018ء

اس شمارے میں

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

قربانی کا بنیادی مقصد

مطالعہ کلام اقبال (84)

استحکام پاکستان کیسے؟

......سرخ گلابوں کے لہو سے روشن

سیکولر آندھیوں میں
اسلامی تحریکوں کے چراغ

سیاسی اختلافات یا کردار کشی

انفاق

رضائے الٰہی کا راستہ

قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط﴾ (آل عمران: 92)

یعنی ''نیکی کا مرتبہ تم کو نہیں مل سکتا جب تک کہ تم وہ سب چیزیں اللہ کے لیے قربان نہ کر دو جو تم کو عزیز ہیں۔''

بس یہی آیت اسلام اور ایمان کی جان ہے۔ اسلام کی اصل شان یہی ہے کہ جو چیزیں تم کو عزیز ہیں، ان کو اللہ کی خاطر قربان کر دو۔ زندگی کے سارے معاملات میں تم دیکھتے ہو کہ اللہ کا حکم ایک طرف بلاتا ہے اور نفس کی خواہشات دوسری طرف بلاتی ہیں۔ اللہ ایک کام کا حکم دیتا ہے، نفس کہتا ہے کہ اس میں تو تکلیف ہے یا نقصان۔ اللہ ایک بات سے منع کرتا ہے، نفس کہتا ہے کہ یہ تو بڑی مزے دار چیز ہے یا بڑے فائدے کی چیز ہے۔ ایک طرف اللہ کی خوشنودی ہوتی ہے اور دوسری طرف ایک دنیا کی دنیا کھڑی ہوتی ہے۔ غرض زندگی میں ہر ہر قدم پر انسان کو دو راستے ملتے ہیں: ایک راستہ اسلام کا ہے اور دوسرا کفر و نفاق کا۔ جس نے دنیا کی ہر چیز کو ٹھکرا کر اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا، اس نے اسلام کا راستہ اختیار کیا، اور جس نے اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اپنے دل کی یا دنیا کی خوشی پوری کی، اس نے کفر یا نفاق کا راستہ اختیار کیا۔

مولانا سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ

الھدیٰ (817)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قربِ قیامت اور لوگوں کی غفلت

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 01 تا 3

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ﴿١﴾ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ
رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ﴿٢﴾ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ ق
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ ق هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٣﴾

سورۃ الانبیاء میں پیغمبروں کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس طرح حق کی دعوت دی اور کافروں نے کس طرح اس کو ایذائیں دیں۔ انہوں نے کس طرح ایذاؤں پر صبر کیا اور اللہ نے ان کو کیسے کامیاب فرمایا۔ کافر کیسے عبرت کا نمونہ بنے ۔ یہ سورت دلائل توحید، دلائل رسالت اور دلائل قیامت پر مشتمل ہے جو دین اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔

آیت ۱ ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ①﴾ ''لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ چکا ہے' لیکن وہ غفلت میں پڑے اعراض کیے جا رہے ہیں۔''

آیت ۲ ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ②﴾ ''نہیں آتی ان کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے کوئی نئی نصیحت مگر یہ اس کو سنتے ہیں کھیلتے ہوئے۔''

جب بھی ان کی طرف کوئی نئی وحی آتی ہے' کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ اسے اپنے مخصوص لاابالیانہ انداز میں ہی سنتے ہیں۔ وہ اللہ کے کلام کی طرف کبھی سنجیدگی سے متوجہ نہیں ہوتے۔

آیت ۳ ﴿لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ﴾ ''ان کے دل کھیل کے خوگر ہو چکے ہیں۔''

ان کا غیر سنجیدہ رویہ اس حد تک ان کے دلوں میں گھر کر گیا ہے کہ انہوں نے زندگی کو بھی ایک کھیل ہی سمجھ رکھا ہے۔

﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ ق الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ ق﴾ ''اور یہ ظالم خفیہ طور پر سرگوشیاں کرتے ہیں''

﴿هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ﴾ ''کہ نہیں ہیں یہ (محمد ﷺ) مگر تمہاری ہی طرح کے ایک انسان۔''

رسول اللہ ﷺ سے کلام اللہ سن کر اگر ان کا کوئی ساتھی متاثر ہوتا تو اسے الگ لے جا کر بڑے ناصحانہ انداز میں سمجھاتے کہ ارے تم خواہ مخواہ اپنے جیسے ایک انسان کو اللہ کا رسول اور اس کی باتوں کو اللہ کا کلام سمجھ رہے ہو۔ اس کی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③﴾ ''تو کیا تم جانتے بوجھتے جادو میں پڑنے جا رہے ہو؟''

تم جانتے بھی ہو کہ یہ کلام وغیرہ سب جادو کا کمال ہے۔ تو کیا تم جانتے بوجھتے ہوئے اس کا شکار ہونے جا رہے ہو؟

فرمانِ نبوی

قیامت کب آئے گی؟

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) قَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: ((اِذَا اُسْنِدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپؐ نے فرمایا: ''جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔''

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اور اقتدار اللہ کی طرف سے بندوں کے پاس ایک امانت ہے۔ امانت کا تقاضا یہ ہے کہ جو افراد یا گروہ اس کے اہل اور حقدار ہوں اسے ان کی تحویل میں دیا جائے۔ لہٰذا ظالم، فاسق و فاجر اور بے دین افراد کو لوگوں پر مسلط کرنا، امانت میں خیانت ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ آج کل بین الاقوامی معاملات سے لے کر بلدیہ کی سطح تک حکومت اور اختیارات کی باگ ڈور ایسے نالائق افراد کے ہاتھ میں ہے جن کی زندگی دیانتداری، انصاف، خدا خوفی اور انسانیت کی خدمت سے عاری ہے۔ بس ایک بہت بڑے حادثہ کا انتظار ہے جسے قیامت کہتے ہیں۔

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی کسی بھی انداز سے توہین کرنا ایک ایسا شرمناک فعل اور ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ ایک مسلمان کے لیے بہت مشکل ہے کہ اس کی مذمت کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر سکے کہ مذمت کا کسی قدر حق ادا ہو سکے۔ اگرچہ محسنِ انسانیت، فخرِ کائنات، رحمۃ اللعالمین، محبوب ربانی کی اعلیٰ وارفع ذات کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے' ضرب المثل ہے کہ چاند پر تھوکنے کی کوشش کرنے والے کے منہ پر تھوک واپس آتا ہے۔ لیکن امتِ مسلمہ کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کو یہ جرأت کیوں ہو رہی ہے جبکہ ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل امتِ مسلمہ کا ہر فرد چاہے وہ عملی مسلمان ہو یا غیر عملی، آپ کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار ہے۔ اس امت میں شاید ہی کوئی نابکار ایسا ہو جو یہ جذبہ نہ رکھتا ہو۔ پھر کفار اتنے جری کیوں ہیں کہ کائنات کی مقدس ترین ہستی کے خاکے بنا رہے ہیں اور اُس کی نمائش کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ازل سے یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے جس کا شاعر نے یوں اظہار کیا ہے: ع ''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!'' مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد بے بس ہے، لاچار ہے، ناتوانی اُس کی مجبوری بن چکی ہے۔

توہین کرنے والوں کو بُرا بھلا کہنے، ٹھنڈے کمروں میں اُن کے خلاف قراردادیں پاس کرنے، اپنی ہی سڑکوں پر اُن کے خلاف مظاہرے کرنے اور بعض اوقات ان مظاہروں میں اپنے ہی ہم مذہب مسلمانوں کی عمارتوں اور گاڑیوں کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن مسلمانوں کی اس بے بسی کو انجوائے کر رہے ہیں۔ کبھی وہ وقت تھا کہ ایک مسلمان دوشیزہ کی بے حرمتی پر عرب کے غیرت مند حکمران نے سندھ کے راجہ داہر کو خاک چٹا دی۔ آج صورت حال یہ ہے کہ خود آپؐ کی توہین پر امت ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ توہین کرنے والے بڑے طاقتور ہیں۔ اتنے طاقتور کہ اٹھاون مسلمان ممالک کے حکمران اُن کی رضا سے حکمرانی کر رہے ہیں اور ہر سطح پر اُن کے محتاج ہیں۔ یہ مسلمان اُن دشمنوں سے کیا لڑیں گے جب کہ آلات حرب بھی اُن ہی سے خریدتے ہیں۔ پاکستان جیسے اور بھی کئی مسلمان ممالک ہیں جو اُن کے آگے جھولی پھیلائے رکھتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ جنگ نہیں کر سکتے تھے، لیکن جنگ سے کم تر کچھ اقدام تو کیے جا سکتے تھے۔ وہ بھی نہیں کر پا رہے۔ سفارتی تعلقات کا انقطاع تو ہو سکتا تھا۔ تجارتی تعلقات تو ختم کیے جا سکتے تھے۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اس بنا پر امتِ مسلمہ متحد ہو کر اگر یورپ یا یورپ کے کسی بھی ملک سے تجارتی تعلقات منقطع کر لے تو وہ سر کے بل زمین پر آ گرے گا۔ لیکن ایسا کرنے کی ہمت کہاں سے لائیں؟ امتِ مسلمہ خصوصاً مسلمان حکمران ایک بات سمجھ نہیں پا رہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ذوالحجہ 1439ھ جلد 27
4 تا 10 ستمبر 2018ء شمارہ 34

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

طاقتور غیر مسلم دنیا کو خوش رکھا جائے، اُن سے کسی بات پر سینگ نہ اڑایا جائے، اور اُن کی ایسی حرکات سے درگزر کیا جائے، تو وہ مسلمانوں کو امن سے رہنے دیں گے۔ ہماری رائے میں وہ انتہائی سنگین غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ دشمن قوتوں کے حقیقی عزائم سمجھنے میں بُری طرح ناکام ہیں۔ وہ ابھی ذہنی طور پر بیسویں صدی میں رہ رہے ہیں جب دشمن قوتوں نے امتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھیر دیا تھا۔ اُنہیں نیشن سٹیٹس میں تقسیم کر دیا تھا اور اُن سے اپنی بالادستی تسلیم کروالی تھی۔ مسلمان حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ اگر مسلمان ممالک اُن کی بالادستی کو تسلیم کیے رکھیں تو وہ ہم سے راضی رہیں گے۔ لیکن مسلمان حکمران یا اصل مسئلہ سمجھ نہیں رہے یا مجرمانہ چشم پوشی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج اکیسویں صدی میں امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے اتحاد کی صورت میں ایک اسلام دشمن ٹرائیکا وجود میں آ چکی ہے۔ یورپ اپنے مفادات کے تابع اُن سے اتفاق کرتا ہے۔ اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اور اُن کے پیچھے چلتا ہے۔ اس ٹرائیکا میں سے اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن یہودی ملک اسرائیل بھی ہے جس کے چاروں طرف اسلامی ممالک ہیں۔ اُدھر پاکستان بھارت میں ازلی دشمنی ہے۔ یہ دونوں بھی جغرافیائی لحاظ سے ہمسائے ہیں اور پاکستان واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے۔ اور مستند ذرائع کے مطابق اسرائیل پاکستان کے ایٹمی میزائل کی رینج میں ہے۔ لہٰذا اس ٹرائیکا کا دوتہائی حصہ یعنی اسرائیل اور بھارت مسلمان دنیا کے وجود کو ہی اپنی سلامتی اور تحفظ کے حوالے سے خطرہ سمجھتے ہیں چنانچہ اسلامی ممالک کو نیست و نابود اور تباہ و برباد کر دینا گویا ان دو ممالک کی بقا اور سلامتی کے لیے لازم اور ازحد ضروری ہے۔ جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اُس کی آزاد مرضی یہ ہوسکتی ہے کہ مسلمان ممالک مغلوب اور بالواسطہ غلامی کی صورت میں زندہ رہیں تاکہ اُس کے اسلحہ کی صنعت پھلتی پھولتی رہے۔

لیکن امریکہ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے۔ چنانچہ اپنی عسکری قوت کو اسرائیل کے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کرنا اُس کی ضرورت اور مجبوری ہے۔ قرآن پاک جلانے کی باقاعدہ مہم چلانا اور نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنا۔ اس سے وہ مسلمانوں کو مشتعل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان حکمران خوف کی حالت میں ہیں۔ وہ جنگ کے تصور سے کانپنے لگتے ہیں۔ البتہ مسلمان شہری مشتعل ہوکر کوئی ایسی حرکت کر سکتے ہیں جس سے اُن کے لیے جواز پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی کریں۔ ہماری رائے میں بھی اس وقت کوئی کھلی جنگ مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہوگی، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جنگ سے گریز کرکے جنگ کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ کسی نے خوب کہا ہے ''امن چاہیے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو''

اگر مسلمانوں کو حضور ﷺ سے واقعی، حقیقی اور دلی محبت ہے تو خود کو مضبوط کرنا فوری اور ہنگامی سطح پر کرنے کا کام ہے کیونکہ طاقت کے بغیر بدزبانوں کی زبانیں بند نہیں کی جاسکتیں اور نہ ہی طاقت کے بغیر عالمی بدکاروں کو بدکاری سے روکا جاسکتا ہے۔ منت سماجت سے نہیں بلکہ قوت کے استعمال سے خاکہ سازوں کے ہاتھ توڑنا ہوں گے۔ یہ قوت کیسے حاصل ہوگی؟ اچھی طرح سمجھ لیں کہ مسلمان محض جدید ٹیکنالوجی اور تباہ کن ہتھیاروں کے حصول سے مضبوط نہیں ہوگا۔ یقیناً اس میدان میں بھی ہمیں آگے بڑھنا ہوگا اور قرآن کے حکم کے مطابق اپنے گھوڑے تیار رکھنے ہوں گے، لیکن قوم رسولِ ہاشمیؐ کو غیر اقوام پر قیاس کرنا تباہ کن غلطی ہوگی۔ ہمیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے اپنے تعلق کو ازسرنو استوار کرنا ہوگا۔ انفرادی سطح پر حقیقی مسلمان بننا ہوگا اور حقیقی اسلامی ریاست قائم کرنا ہوگی۔ یہ اسلامی ریاست دنیوی طاقت حاصل تو کرے گی لیکن اس کا اصل بھروسا اللہ اور صرف اللہ پر ہوگا۔

ہمیں غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین کے فرق کو سمجھنا ہوگا۔ افغان طالبان نے سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ کو کس وجہ سے ناک رگڑنے پر مجبور کیا، اس کو سمجھنا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ نصر من اللہ کے بغیر فتح مسلمان کے قریب نہیں آسکتی۔ علامہ اقبال نے تو پون صدی پہلے ہی امت کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

پس تحریر......اداریہ مکمل ہو چکا تھا تو یہ خوش خبری سننے کو ملی کہ ہالینڈ نے توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ منسوخ کر دیا ہے۔ گویا مسلمانوں کی ضعیف اور ناتواں آواز بھی کارگر ثابت ہوئی۔ ان خاکوں کی وجہ سے پوری امتِ مسلمہ میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت پائی جاتی تھی لیکن خاص طور پر ترکی اور پاکستان نے کلیدی رول ادا کیا۔ لیکن قارئین جان لیں کہ مسلمانوں کے لیے سب اچھا نہیں ہے۔ اسلام دشمن قوتوں نے یہ سٹریٹجی اختیار کر رکھی ہے کہ دو قدم آگے بڑھاتی ہیں تو ایک قدم پیچھے ہٹا لیتی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی آپشن نہیں کہ وہ اللہ کی نصرت حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہیں جس کے لیے فرد اور ریاست دونوں کا حقیقی مسلمان ہونا ازحد ضروری ہے۔

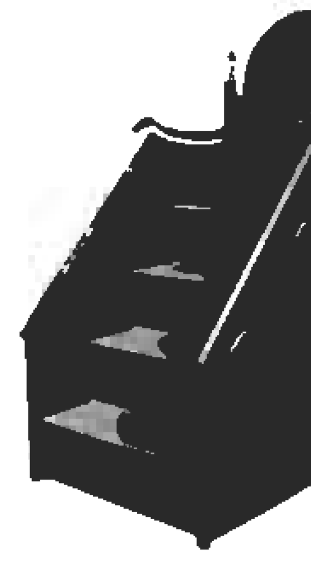

قربانی کا بنیادی مقصد

(قرآن کی روشنی میں)

مسجد دارالسلام، باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کے 22 اگست 2018ء کے خطابِ عیدالاضحیٰ کی تلخیص

برادرانِ اسلام! آج ذوالحجہ کی دس تاریخ ہے اور ہم یہاں دوگانہ عید کی ادائیگی کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے دو سالانہ تہواروں میں سے یہ دوسرا تہوار ہے۔ پہلے کا عنوان عید الفطر ہے اور دوسرے تہوار کا عنوان ہے عیدالاضحیٰ۔ دنیا میں عام طور پر مختلف قوموں کے سالانہ تہوار موسموں کے حوالے سے ہوتے ہیں یا Events یعنی اہم قومی واقعات کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ جو اقبال نے کہا کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی!

ہمارا یعنی امتِ مسلمہ کا معاملہ مختلف ہے۔ غور کیجیے ہمارے یہ دو سالانہ تہوار یعنی دو عیدیں، یا یوں کہیے کہ امتِ مسلمہ کے یہ دو سالانہ جشن، ایک مختلف تناظر رکھتے ہیں۔ دونوں عیدیں دو عظیم عبادات کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ پہلا تہوار یا پہلی عید روزے جیسی عظیم عبادت کی ماہِ رمضان میں تکمیل پر اور اللہ کی عطا کردہ عظیم ترین نعمت، یعنی قرآن کی اس ماہ کے دوران تراویح کی صورت میں سماعت یا قراءت کی توفیق ملنے پر خوشی اور اظہارِ مسرت کے حوالے سے ہے۔ جبکہ دوسری عید یا دوسرا سالانہ تہوار بنیادی طور پر حج کی عظیم عبادت کے ساتھ منسلک ہے۔ حج کے ایک اہم رکن یعنی قربانی کو پوری امت کے لیے عام کر دیا گیا اور اس خاص موقع کو امت کے لیے دوسرے سالانہ تہوار یعنی عیدالاضحیٰ کا درجہ دے دیا گیا۔

عیدالاضحیٰ کو عید قربان بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس عید کے موقع پر ہم اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر اور اس کے ساتھ وفاداری کے اظہار کے طور پر (اُس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے) اس کے نام پر جانور قربان کرتے ہیں اور جانور بھی وہ جو صحت مند بھی ہو، جوان بھی ہو، صحیح سالم بھی ہو، ہر جسمانی عیب اور نقص سے پاک بھی ہو۔ اس لیے کہ اپنے محسن، یا اپنی محبوب ہستی کے لیے اپنی کسی پسندیدہ چیز کو قربان کرنا روزِ اوّل سے انسان کے مزاج اور فطرت کا حصہ رہا ہے۔

چنانچہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ رسمِ قربانی کی ادائیگی کو ہر دور میں اور ہر مذہب میں عبادت کا اہم جزو مانا جاتا رہا ہے۔ جس ہستی کو بھی اپنا رب اور معبود مانا ہو خواہ وہ پتھر کا بت ہی کیوں نہ ہو، اُس کے ساتھ محبت اور وفاداری کے اظہار کے طور پر اُس کے نام پر جانور قربان کرنا ہر دور میں مذہبی کلچر کا لازمی جزو رہا ہے۔

بہرکیف عبدیت کے اظہار کے طور پر اور اللہ کے ساتھ محبت اور وفاداری کے عملی اظہار کے طور پر تمام

مرتب: ابو ابراھیم

رسولوں اور پیغمبروں کی تعلیمات میں مویشی جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ الحج میں قربانی کی عبادت کے حوالے سے تفصیلی رہنمائی ملتی ہے:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ﴾ (آیت 34)
''اور ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک نظام مقرر کیا ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیا کریں ان مویشیوں پر جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں۔''

یعنی اپنے مویشی جانوروں کو جو اللہ ہی نے انہیں عطا کیے ہیں اللہ کے نام پر اس کی رضا کے لیے قربان کریں۔

﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ﴾ ''تو (جان لو کہ) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، تو تم اُسی کے سامنے سرِتسلیم خم کرو۔''

حاصل! ایک اللہ کی بندگی، توحید پر کاربند رہنا۔ اسی کی اطاعت، اسی کی فرماں برداری، اسی کے ساتھ وفاداری اور اس کی رضا کی خاطر ہر دنیوی نعمت کو قربان کرنے کا جذبہ، یہ حاصل ہے اس قربانی کی عبادت کا۔ یہی توحید کا تقاضا ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ جذبہ آج مسلمانوں میں مفقود ہے۔ اقبال نے فرمایا:

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

آگے فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝۳۴﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) بشارت دے دیجیے عاجزی اختیار کرنے والوں کو۔''

عاجزی اختیار کرنے والوں کو یعنی اللہ کے ہر حکم کے آگے سرِتسلیم خم کرنے والوں کو۔ اللہ کے آگے عاجزی اختیار کرنے والوں کے مزید اوصاف آگے بیان کیے گئے ہیں۔ فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (آیت 35) ''یہ وہ لوگ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل (اللہ کی عظمت کے احساس سے) لرز اٹھتے ہیں''

ان کی یہ کیفیت کیوں ہوتی ہے؟ اس شدتِ احساس کی وجہ سے کہ کہیں ہم سے کوئی ایسی خطا سرزد نہ ہو جائے کہ ہمارا رب، ہمارا خالق، ہمارا مالک ہم سے ناراض ہو جائے۔ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کی یہ کیفیت ہر مسلمان سے مطلوب ہے۔ مزید فرمایا:

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝﴾ ''اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں (اس لیے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے) اور نماز پابندی سے پڑھتے

ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں) میں خرچ کرتے ہیں۔"

اللھم ربنا اجعلنا منھم۔ اگلی آیت میں قربانی کے اونٹوں کا ذکر ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ﴾ "اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ مقرر کیا ہے۔ ان میں تمہارے لیے خیر اور فائدے کا بہت سامان ہے۔"

﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا﴾ "تو تم ان پر اللہ کا نام لو انہیں صفوں میں کھڑا کر کے۔ تو جب ان کے پہلو زمین پر ٹک جائیں"

اسی آیت میں قربانی کے گوشت کے حوالے سے بھی رہنمائی موجود ہے۔ فرمایا:

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ﴾ "تو اب اس میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والے اور سوال کرنے والے کو بھی کھلاؤ!"

حکم ہوا کھاؤ قربانی کے گوشت میں سے تم بھی۔ اگرچہ تم نے اللہ کی خاطر جانور قربان کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعے تمہاری میزبانی اور ضیافت کا اہتمام بھی فرما رہے ہیں۔ لہٰذا خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی گوشت میں سے حصہ دو جو قناعت سے بیٹھے ہیں اور وہ بھی جو بے قراری کا اظہار کر رہے ہیں۔ دیکھیے' فقراء اور مساکین دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کچھ بے قراری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور آگے بڑھ کر چھینا جھپٹی پر اتر آتے ہیں جبکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صبر وقناعت سے بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں: فرمایا اپنا دل بڑا رکھو' سب کو اس قربانی کے گوشت میں سے کچھ حصہ ضرور دو۔ اللہ کی طرف سے یہ ضیافت سب کے لیے ہے۔ یہ عید کا دن ہے۔ خوشی کا دن ہے۔ سب کو اس خوشی میں شریک کرو۔ سب کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے!

﴿كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾﴾ "اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

اگلی آیت میں قربانی کی اصل روح کو واضح کیا گیا ہے:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ﴾ "اللہ تک نہ تو ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون' لیکن اس تک پہنچتا ہے تمہاری طرف سے تقویٰ۔"

یعنی اگر رسم قربانی ادا کرتے ہوئے دل میں خدا خوفی کی کیفیت اور اللہ کے لیے خلوصِ نیت موجود ہے تو یہ قربانی اللہ کے ہاں مقبول ہوگی۔ لیکن اگر خدانخواستہ نمائش اور نام ونمود اس کا محرک ہے' تو قربانی کی اصل حقیقت اور برکت سے محرومی تمہارا مقدر بنے گی۔ لہٰذا قربانی کرنے والا ہر شخص اپنے دل کو ٹٹول کر اپنا جائزہ لے کہ اس قربانی کا اصل محرک کیا ہے؟ اور جانور کی گردن پر چھری پھیرتے وقت "اللھم منك ولك (اے اللہ یہ تیری ہی عطا ہے اور تیرے لیے ہی قربان کر رہا ہوں) کے الفاظ صرف زبان سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے ادا ہوں۔

اس موقع پر اللہ کے ساتھ خلوص واخلاص کا ایک تقاضا یہ بھی ہوگا کہ اللہ کے نام پر جانور کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے ہر شخص یہ عزم مصمم بھی کرے کہ جس طرح آج اللہ کی خاطر ایک جانور کو قربان کر رہا ہوں اسی طرح آئندہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اور اس کی بندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر اپنی جان' اپنا مال اور ہر محبوب چیز کو قربان کرنے کے لیے تیار رہوں گا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾﴾ (الانعام) "آپ کہیے میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اس کے دین غلبے اور سربلندی کے لیے ہر دم مال و دولت' دنیوی فوائد' مراعات' دنیوی status ہر چیز کو حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اللہ کی رضا کی خاطر قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی انداز میں نیک جذبات کے ساتھ عیدالاضحیٰ منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

پریس ریلیز 31 اگست 2018ء

گستاخانہ خاکوں کے مقابلہ کی منسوخی میں پاکستان اور ترکی نے کلیدی رول ادا کیا

آج سول اور عسکری قیادت ایک پیج پر ہے لہٰذا ہمارے پاس سنہری موقع ہے کہ ہم امریکہ کے سامنے ڈٹ جائیں

حافظ عاکف سعید

گستاخانہ خاکوں کے مقابلہ کی منسوخی میں پاکستان اور ترکی نے کلیدی رول ادا کیا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ خوش کن خبر ہے لیکن معاملہ ابھی ختم نہیں سمجھنا چاہیے۔ تمام مسلم ممالک OIC کو متحرک کرنے میں اپنا رول ادا کریں اور مستقبل میں ایسے معاملات سے نمٹنے کے لیے مل بیٹھ کر حکمت عملی طے کرنی چاہیے۔ انہوں نے امریکی سیکرٹری سٹیٹ مائیک پمپیو کے دورہ پاکستان کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مائیک پمپیو کی شہرت انتہائی سخت گیر اسلام دشمن کی ہے۔ ممکن ہے ان کے ذریعے امریکہ پاکستان کی نئی حکومت کو دھمکا کر اپنے مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تاہم اللہ کا شکر ہے کہ آج سول اور عسکری قیادت ایک پیج پر نظر آ رہی ہے۔ توقع ہے کہ ہماری سول اور عسکری قیادت نے اس حوالے سے کوئی سٹریٹجی بنائی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ خطے کی صورت حال بدل چکی ہے اور اب چین اور روس نے یہاں اپنی جگہ بنالی ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس سنہری موقع ہے کہ ہم امریکہ کے سامنے ڈٹ جائیں۔ اللہ ہماری مدد کرے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

تنظیم اسلامی کی توہین آمیز خاکوں کے خلاف قرارداد

یہ قرارداد امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح خطاب عید کے دوران پیش کی۔ جس کی حمایت نماز عید کے اجتماع میں شریک عوام نے کی۔ ہالینڈ میں نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی نمائش کی جا رہی ہے۔ جو یقیناً مسلمانوں کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ عالم اسلام کو اجتماعی طور پر اس کا نوٹس لینا چاہیے اور سخت نوٹس لینا چاہیے۔ پاکستان نے اگرچہ ایک کام تو کیا ہے کہ ہالینڈ کے سفیر کو طلب کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر OIC کے پلیٹ فارم کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ UNO کے فورم پر سخت ترین الفاظ میں وارننگ دینے کی ضرورت ہے اور تمام اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ ہالینڈ سے اپنے تجارتی اور سفارتی تعلقات توڑنے کا اعلان کریں۔ یہ ہماری غیرت ایمانی، غیرت دینی اور نبی اکرم ﷺ سے ہماری محبت کا تقاضا ہے۔ ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں لیڈنگ رول ادا کرے اور پوری اُمت مسلمہ کو اس حوالے سے جگانے کی کوشش کی جائے۔ تنظیم اسلامی اس حوالے سے ایک قرارداد لائی ہے جس کی حمایت نماز عید کے اجتماع میں کی گئی۔

قرارداد کے نکات

1۔ یہ کہ کسی بھی نبی کی توہین قابل مذمت ہے اور ہالینڈ میں امام الانبیاء اور خاتم الرسل محمد ﷺ کے خاکوں کی نمائش مذہبی دہشت گردی ہے۔

2۔ یہ کہ یہ عمل اقوام متحدہ کے ضابطے کی خلاف ورزی ہے۔ UNO اس پر فوری ایکشن لے۔

3۔ یہ کہ پاکستان فوری طور پر ہالینڈ کے سفیر کو ''ناپسندیدہ شخصیت'' قرار دے کر ملک سے نکال دے۔

4۔ یہ کہ پاکستان تمام مسلم ممالک سے مطالبہ کرے کہ وہ ہالینڈ سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کر دیں

5۔ یہ کہ مسلمان ممالک کی تنظیم OIC کا ہنگامی اجلاس بلایا جائے اور حتمی طور پر طے کیا جائے کہ مستقبل میں قرآن پاک یا کسی مقدس ہستی خصوصاً حضور ﷺ کی توہین پر وہ مشترکہ ردعمل کا اظہار کس طرح کریں گے۔ اس حوالے سے دنیا پر واضح کیا جائے کہ یہ امت مسلمہ کے لیے انتہائی ناقابل برداشت ہے۔

بقیہ: اِنفاق

انفاق کے بارے میں بہت زیادہ ہیں کبھی تو آپؐ نے جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دی، کبھی غرباء و مساکین پر، کبھی اہل و عیال پر، کبھی اعزہ و اقارب پر اور کبھی آپ نے مطلقاً اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے کے فضائل بیان فرمائے، چند احادیث کا مطالعہ آپ بھی فرمالیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''بہترین دینار وہ ہے جو انسان اپنے عیال پر اور جہاد کے لیے تیار کی ہوئی سواری پر اور مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم:994)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب مسلمان اللہ کی رضا کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری:4006)

فوائد انفاق:

1۔ انفاق فی سبیل اللہ کمال ایمان اور حسن اسلام کی دلیل ہے۔
2۔ یہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔
3۔ اس سے اللہ بھی راضی ہوتا ہے اور اللہ کے بندے بھی راضی ہوتے ہیں۔
4۔ امت کے افراد میں اجتماعیت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔
5۔ فقراء اور مساکین کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔
6۔ بہت سی باطنی بیماریوں خصوصاً حبِ مال اور بخل سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔
7۔ اس سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے اور انسان بہت سارے مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔
8۔ خاندانی تعلقات استوار ہوتے ہیں۔
9۔ انفاق جنت تک پہنچانے والے راستوں میں سے ایک اہم راستہ ہے۔
10۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔

(نضرۃ النعیم:3/628)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی

5 1۔ خلافتِ آدم

15 زن نگہ دارندۂ نارِ حیات	فطرتِ او لوحِ اسرارِ حیات

آدم بصورت عورت زندگی کی آگ کی حفاظت کرنے والی ہے اس کی فطرت (یعنی تعمیر وتشکیل) اسرارِ حیات کی ایک مخفی بیاض ہے

16 آتشِ ما را بجانِ خود زند	جوہرِ او خاک را آدم کند

وہ آدم کی آگ (شوقِ تخلیق و ہوسِ لذت) کو اپنی جان پر لگاتی ہے اور اس عورت کے جوہر سے خاک آدم کی صورت اختیار کرلیتی ہے

17 در ضمیرش ممکناتِ زندگی	از تب و تابش ثباتِ زندگی

اس (آدم بصورت عورت) کے باطن میں زندگی کے ممکنات کو چھپا دیا گیا ہے اور اس عورت کے وجود اور موجودگی کے جلنے اور تپش سے ہی زندگی کا سلسلہ جاری ہے

18 شعلۂ کز وے شررہا در گسست	جان وتن بے سوزِ او صورت نہ بست

کائنات میں عورت کی صورت میں انسان ایک ایسا شعلہ ہے جس سے کئی چنگاریاں نکلتی ہیں اس کے سوز کے بغیر جسم و جان صورت اختیار نہیں کرتے

15۔ دنیا کا نظامِ زندگی چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت پیدا کیے ہیں۔ مرد کی نفسیات میں کچھ داعیات رکھ دیے ہیں جبکہ عورت کی نفسیات میں بھی داعیات موجود ہیں۔ یہ جذبات جمع ہوکر ہی نسل انسانی تشکیل پاتی ہے اور صحیح انسانی خطوط پر پرورش پاتی ہے بنیادی انسانی اخلاق بچوں کی نفسیات میں رچ بس جاتے ہیں۔ مرد کی زندگی میں مہم جوئی، خطرات سے لڑنا، وسائل کو مسخر کرنا، وسائل جمع کرنا اور اقدام یعنی INITIATIVE شامل ہیں۔ یہ داعیات انسانی نفسیات میں شدت سے مزین کر دیے گئے ہیں جبکہ عورت میں برداشت (PASSIVENESS)، صبر، محنت، تکلیفوں، صدموں کو برداشت کرنا، مرد کے جذبات کی آگ عورت ہی منضبط کرسکتی ہے اور عورت کی فطرت میں انسانی زندگی اور مستقبل کی تشکیل کے راز کندہ ہیں دونوں مل کر ہی زندگی کی گاڑی چلاسکتے ہیں۔

16۔ مرد کے جذبات کی شدت عورت خندہ دلی سے برداشت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان جذبات کی تسکین کا ایسا سامان پیدا کیا ہے کہ عورت و مرد بظاہر اپنا فائدہ سمجھ کر جو کام کرتے ہیں دراصل مقاصد فطرت کی تکمیل ہوتا ہے MANAGEMENT کی دنیا میں INCENTIVE کی اس سے اعلیٰ مثال شاید ہی مل سکے۔ اس مرحلہ پر عورت کا جوہر (عورت پن) خاک یعنی معمول کی غذاؤں سے انسان پیدا کردیتا ہے لہٰذا وہ انسانیت کی عظیم ترین خدمت کا ذریعہ سرانجام دیتی ہے پھر اس کی ممکنہ تربیت بھی کرتی ہے۔

17۔ یہ بات عورت کی فطرتِ ثانیہ بنادی گئی ہے یعنی عورت اولاد کی پیدائش، پرورش، تربیت اور گھریلو انتظام اور CATERING کا ایسا سلیقہ رکھتی ہے کہ بعض اوقات مرد بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ عورت کا وجود اور زندگی گزارنے کے طریقے سے ہی انسانی زندگی کی جلن اور تپش (مشکلات، مواقعات، مصائب، ناگہانی آفات، UNSEEN FUTURE وغیرہ) کا یہ کثیر الجہت سلسلہ جاری ہے۔

18۔ کائنات پر نگاہ ڈالیں تو ہر ذی شعور اور انصاف پسند شخص یہ بات محسوس کرے گا جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے: ؏ وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ۔ انسان بحیثیت عورت ایسا شعلہ ہے جس سے کئی چنگاریاں پھوٹتی ہیں اور کئی انسان جنم لیتے ہیں اور عورت ہی کی قوتِ برداشت اور تکالیف سہنے کی قوت ہے کہ جس کے بغیر نئے انسانوں کی پیدائش کا مبارک سلسلہ اور یوں کہا جاسکتا ہے کہ نظامِ زندگی نہیں چل سکتا۔ اس میں عدمِ توازن دراصل انسان دوست، اخلاق دوست، علم دوست انسانوں سے محرومی اور خداشناسی و وحی شناسی کے جذبے کو قتل اور دفن کرنے کے برابر ہے۔ فیا حسرتا۔

علامہ اقبال اپنے اُردو کلام میں حقوقِ نسواں کی تحریک پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں، مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند؟

عمران خان اگر پاکستان کو ریاست مدینہ بنانا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے آئین کی دفعہ 2-A پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہوگا اور اسلام سے متصادم تمام قوانین کو ختم کر کے نئے قوانین بنانے ہوں گے: ایوب بیگ مرزا

نفاذ اسلام کے بغیر پاکستان ریاست مدینہ بن سکتا ہے، نہ قیام پاکستان کا مقصد پورا ہوگا اور نہ پاکستان میں استحکام آئے گا: بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ

استحکام پاکستان کیسے ؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ” زمانہ گواہ ہے “ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ نظریۂ پاکستان کی بنیاد کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ سمجھنے کے لیے ہمیں تحریک پاکستان کے پس منظر میں جانا پڑے گا۔1857ء کی جنگ آزادی جسے انگریز غدر کہتے تھے، میں ناکامی کے بعد بھی برصغیر کے عوام میں انگریزوں سے نجات کی خواہش دبی نہیں تھی۔ چنانچہ اسی لیے1885ء میں ہندوؤں نے کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنالی۔ 1906ء میں مسلمانوں نے بھی مسلم لیگ کے نام سے ایک سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ یہ وہ وقت تھا جب دنیا میں جمہوریت کا غلغلہ زوروں پر تھا۔ لہٰذا اہل برصغیر نے بھی آزادی کے لیے سیاسی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ آغاز میں دونوں سیاسی جماعتوں کا مقصد انگریزی غلبہ سے نجات تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمان راہنماؤں کے ذہنوں میں یہ بات آتی گئی کہ اگر ہم نے انگریزوں سے آزادی حاصل کر بھی لی تو پھر بھی مسلمان ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔ کیونکہ جمہوریت کا زمانہ ہے، ہندوں اکثریت میں ہیں ۔ لہٰذا جو بھی جمہوری حکومت قائم ہوگی وہ ہندوؤں کی ہوگی ۔مگر اس وقت بھی زیادہ تر مسلمان راہنماؤں کے دلوں میں یہ احساس اُجاگر نہیں ہوا تھا ۔ جب1937ء کے انتخابات ہوئے تو کانگریس نے اکثریت حاصل کر لی اور مسلم لیگ کو محض 4فیصد ووٹ حاصل ہوئے ۔ان انتخابات کے نتیجے میں کانگریس کی جو حکومت قائم ہوئی اور اس نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ، اس سے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ ہمیں ایک آزاد ملک حاصل کرنا چاہیے۔ یعنی وہ ایک ٹرننگ پوائنٹ تھا ۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان بننے کی اصل وجہ معاشی تھی ۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں ایک مسلمان کے لیے چپراسی کی نوکری حاصل کرنا اور ایک معمولی سی دوکان کسی مارکیٹ میں کھولنا بھی آسان نہ تھا اور ہر لحاظ سے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ لیکن

مرتب: محمد رفیق چودھری

لوگ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کا عرصۂ حیات صرف مذہب کی بنیاد پر تنگ کیا جا رہا تھا ۔لہٰذا اسی وجہ سے یہ تحریک اُٹھی کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک ہونا چاہیے جو ایک اسلامی ریاست ہوگی ۔علامہ اقبال نے 1930ء میں ہی اس بات کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ میں شمال مغرب ہند میں مسلمانوں کے لیے ایک ایسی ریاست قائم ہوتے دیکھ رہا ہوں جہاں دورِ ملوکیت کے پردوں کو ہٹا کر اسلام کا اصل چہرہ سامنے لایا جائے گا۔ گویا پاکستان کا تصور 1930ء میں سامنے آگیا تھا اور قائداعظم جو ایک وقت میں ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے وہ بھی کانگریس میں رہ کر یہ جان گئے تھے کہ ہندو کی متعصب ذہنیت اور تنگ سوچ کی وجہ سے مسلمانوں کا ان کے ساتھ رہنا ناممکن ہوگا۔ اسی وجہ سے وہ مایوس ہو کر واپس انگلستان چلے گئے تھے۔ وہ علامہ اقبال کی اس دعوت پر دوبارہ واپس آئے کہ مسلمانوں کے علیحدہ وطن کے لیے اب مذہب کی بنیاد پر تحریک چلانا ہوگی۔ چنانچہ اس کے بعد مسلم لیگ میں یہ نعرے لگنا شروع ہوئے کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللّٰہ‘‘ اور ’’مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ‘‘ ۔یہیں سے نظریہ کی بنیاد پڑی اور وہ نظریہ تھا دین یعنی اسلام ۔یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے تمام تر نسلی ، لسانی ، ثقافتی اور علاقائی تفریقات سے بالاتر ہو کر محض اسلام کی بنیاد پر ایک ریاست بنائی۔ ورنہ آپ دیکھیں کہ مشرقی اور مغربی بنگال کے لوگوں کی زبان، ثقافت، رنگ، نسل، لباس، کھانا پینا سب کچھ ایک جیسا تھا مگر مشرقی بنگال کے لوگوں نے ان کو رد کر کے پشاور کے ان پٹھانوں کے ساتھ شامل ہونا بہتر سمجھا جن کی زبان، نسل، ثقافت، لباس، کلچر بنگالیوں سے بالکل مختلف تھا صرف اس لیے کہ ان کا مذہب ایک تھا۔ یعنی مذہب نے جغرافیائی بُعد کو بھی ختم کر دیا تھا۔ لہٰذا پاکستان کی بنیاد اسلام تھا اور اِسے ہی نظریۂ پاکستان کہا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم نے اسلام کو حقیقی طور پر ملک میں نافذ نہیں کیا تو صرف 24 سال میں اس کا نتیجہ سقوطِ ڈھاکہ کی صورت میں سامنے آگیا۔ ظاہر ہے یہ صرف اسلام کا رشتہ تھا جس نے بنگالیوں کو ہم سے جوڑ رکھا تھا جب اسلام ہی نہ رہا تو پھر بنگالی کس بنیاد پر ہمارے ساتھ رہتے۔

سوال: پاکستان کے قیام کا مقصد اگر اسلام تھا تو اب تک وہ مقصد کیوں حاصل نہیں ہو سکا جبکہ پاکستان کو قائم ہوئے71 سال ہوگئے ہیں؟

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: تحریک پاکستان میں ہر مسلمان نے حصہ لیا چاہے وہ عملی مسلمان تھا یا نہیں تھا۔ گویا اسلام کے نام پر مسلمان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک ملک بنایا لیکن ملک بننے کے بعد یہاں اسلام کے حوالے سے کام تو ہوتا رہا لیکن اسلام اس طرح سے قائم نہیں ہوا جس طرح کا خواب مصور پاکستان علامہ اقبال

نے دیکھا تھا کہ دورِ ملوکیت کے پردے کو ہٹا کر اسلام کا اصل چہرہ سامنے لایا جائے۔ نام تو اب بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، قرارداد مقاصد بھی ہمارے آئین کا حصہ ہے، لیکن عملی طور پر اسلام یہاں نہیں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد جو مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت تھی اس میں مذہبی لوگ نہیں تھے۔ کچھ علماء جو کہ مشیر تھے لیکن ان کی حیثیت ثانوی تھی۔ بنگال میں ہندو اقلیت مضبوط تھی اور اسی طرح مغربی پاکستان میں انگریزوں کا مراعات یافتہ طبقہ ہی لیڈ کر رہا تھا۔ ان میں جاگیردار، سرمایہ دار اور وڈیرے شامل تھے جو انگریز کے بنائے ہوئے استحصالی نظام کو لے کر چل رہے تھے کیونکہ بصورت دیگر ان کی جاگیروں کو خطرہ تھا۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہاں اسلام آئے۔ انہوں نے پاکستان قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو اکٹھا تو کر لیا تھا لیکن اسلام کے ساتھ ان کا وہ تعلق نہیں تھا جو اسلام کے نفاذ کے لیے ضروری تھا۔ یہاں تک کہ قرارداد مقاصد کے پاس ہونے پر بھی انہوں نے کہا تھا کہ آج ہم دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ پھر قرارداد مقاصد آئین کے دیباچے میں تو شامل کیا گیا لیکن اس کو باقاعدہ آئین کا حصّہ نہیں بنایا بعد ازاں جنرل ضیاء الحق نے اپنے مارشل لاء دور میں اس کو آئین کا حصہ بنایا۔ لیکن اب بھی اس کی تشریح میں یہی کہا جاتا ہے کہ قرارداد مقاصد آئین سے بالادست نہیں ہے بلکہ محض آئین کی ایک دفعہ ہے۔ لہٰذا اسلام کے نفاذ کی طرف پیش رفت میں بہت سی قانونی اور سیاسی رکاوٹیں ہیں اور اب تو 71 سال گزر چکے ہیں۔ وہ نسل دنیا سے رخصت ہو چکی ہے جس نے پاکستان بنایا تھا اور اس کے ساتھ ہی مقاصد بھی پس پشت چلے گئے ہیں۔ نئی نسل کے لیے دوقومی نظریہ کو ہی سمجھنا مشکل ہو رہا ہے کہ وہی کچھ پاکستان میں ہو رہا ہے جو کچھ انڈیا میں ہو رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: آپ کو یاد ہو گا کہ برصغیر کا 95 فیصد جاگیردار طبقہ پہلے کانگریس میں تھا۔ جب پنڈت نہرو نے یہ اعلان کیا کہ تقسیم ہند کے بعد انڈیا میں جاگیرداری سسٹم ختم کر دیا جائے گا تو مسلمان جاگیردار جتنے بھی تھے وہ سب مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ پاکستان بننے کے بعد یہی لوگ اسمبلیوں پر قابض ہو گئے اور 1980ء کی دہائی میں سرمایہ دار طبقہ بھی اس دوڑ میں شامل ہو گیا۔ لہٰذا نفاذ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ بنا۔ اس لیے کہ نفاذ اسلام سے ان کے مفادات پر زد پڑتی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے سول و فوجی حکمرانوں سے لے کر ایک عام آدمی تک سب قصوروار ہیں۔ اس لیے کہ معمولی باتوں کے لیے تو سب سڑکوں پر آ جاتے ہیں لیکن اسلام کے لیے آج تک کوئی میدان میں نہیں نکلا۔

سوال: معاشرے کا ہر طبقہ اس حوالے سے قصوروار تو ہے ہی لیکن دینی جماعتیں جو منبر و محراب کی وارث ہیں، کیا وہ زیادہ ذمہ دار نہیں ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یقینی طور پر ہمارے دینی راہنما بھی نفاذ اسلام کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ بنے ہیں۔ انہوں نے بھی پارلیمنٹ، اسمبلی اور کرسی کو ترجیح دی ہے۔ جب وہ کرسیوں تک پہنچ بھی گئے تو انہوں نے کبھی کوئی قدم نہیں اُٹھایا جس سے ہم کہہ سکیں کہ انہوں نے نفاذ اسلام کے حوالے سے کوئی کوشش کی تھی۔ لیکن کسی حد تک ان کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ انہوں نے غیر اسلامی قانون سازی کو روکا ہے لیکن یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ اصل کام نفاذ اسلام ہے جس کی کبھی کوئی سنجیدہ کوشش دینی جماعتوں نے نہیں کی۔ بلکہ ایک دینی جماعت کے سربراہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اسلام تو مدرسوں تک ہے، اسمبلیوں میں آنا ہماری سیاست ہے۔ گویا وہ اسلام اور سیاست کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو نفاذ اسلام کے راستے میں ہمارے دینی طبقہ نے شرمناک حد تک رکاوٹ پیدا کی ہے۔

> **نفاذ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ بنا۔ اس لیے کہ نفاذ اسلام سے ان کے مفادات پر زد پڑتی تھی۔**

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: ایسا نہیں ہے کہ دینی طبقہ نے نفاذ اسلام کی کوشش نہیں کی، اسلام کو عام کرنے میں کئی علماء کا بڑا رول ہے لیکن جب دینی طبقہ مروجہ انتخابی سیاست میں آیا تو یہ چیز نفاذ اسلام میں رکاوٹ بن گئی کیونکہ اس طرح مسلکی تفریق و تقسیم میں اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں دینی طبقہ کمزور ہوا۔ بجائے اس کے جب بھی دینی جماعتوں نے مل کر ایک تحریک چلائی ہے تو انہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جیسے قادیانیوں کے خلاف جو تحریک چلی تھی وہ کامیاب ہوئی۔ اس کے بعد بھٹو کے خلاف جب تحریک چلی اور اس میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ لگایا گیا تو تب بھی وہ تحریک کامیاب ہوئی۔ اسی طرح توہین رسالت کے خلاف قانون سازی کی تحریک کامیاب ہوئی۔

سوال: قائداعظم اور علامہ اقبال پاکستان کو اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے، لیکن کیا وجہ ہے کہ آج 71 سال بعد دوبارہ یہ بحث چھیڑ دی گئی ہے کہ وہ اسلامی نہیں بلکہ سیکولر ملک بنانا چاہتے تھے؟

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: ہمارے ہاں کا ایک بہت بڑا طبقہ جو آج پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر قابض ہو چکا ہے اور بار بار اس سوال کو اتنے زور و شور سے اُٹھاتا ہے کہ آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کی پوری شاعری اس حوالے سے بھری پڑی ہے بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے تھے کہ پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ اسی سرزمین سے ہو گا۔ اسی طرح قائداعظم کا ویژن بھی اس حوالے سے بہت کلیئر تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارا دستور قرآن ہو گا۔ اسی طرح انہوں نے سٹیٹ بینک پشاور برانچ کے افتتاح کے موقع پر نوجوان بینکرز سے فرمایا کہ آپ ان بنیادوں پر ریسرچ کریں جس سے اسلام کا معاشی نظام دنیا کے سامنے آ جائے اور موجودہ مغربی استحصالی معاشی نظام سے انسانیت کو نجات مل جائے۔ اسی طرح قائداعظم کی وہ وصیت بھی موجود ہے جو انہوں نے بالکل آخری دنوں میں کی کہ: ''پاکستان کا قیام تائید ایزدی اور فیضانِ رسول ﷺ سے ممکن ہوا ہے لہٰذا اب مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں۔ قائداعظم کی 100 سے زیادہ تقریریں ایسی ہیں جن میں انہوں نے اس بات کا واضح اظہار کیا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہو گا۔ صرف 11 اگست کی تقریر کو لے کر ہمارا سیکولر طبقہ قائداعظم کے پورے ویژن کو متنازعہ بنا رہا ہے حالانکہ اس تقریر میں بھی کوئی غیر اسلامی چیز نہیں ہے۔ اسلامی حکومت اقلیتوں کو جتنے حقوق دیتی ہے آج بھی دنیا میں اتنے حقوق کوئی حکومت نہیں دے سکتی۔

سوال: جب تک پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا اس کے لیے پارلیمانی نظام بہتر ہے یا صدارتی نظام؟

ایوب بیگ مرزا: اصل ضرورت تو اسلامی نظام کی

ہے۔تاہم عارضی طور پر اگر دیکھا جائے تو صدارتی نظام کسی حد تک اسلامی نظام سے مشابہت رکھتا ہے۔ پارلیمانی نظام برطانیہ کا دیا ہوا نظام ہے۔ہم نے برطانیہ سے آزادی تو حاصل کر لی لیکن بدقسمتی سے اس کا چھوڑا ہوا نظام اپنا لیا اور آج تک اس کے دفاع میں ہمارے لوگ یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ پاکستان میں صدارتی نظام فیل ہو چکا ہے۔حالانکہ پاکستان میں صدارتی نظام کبھی قائم ہوا ہی نہیں۔اگر ایوب خان، جنرل ضیاء الحق یا مشرف جیسے ڈکٹیٹروں نے حکومت پر قبضہ کر کے اپنے نام کے ساتھ صدر کا لفظ لگا لیا تو وہ صدارتی نظام کیسے ہو گیا؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج تک براہ راست ووٹ سے ہمارا کوئی صدر منتخب ہی نہیں ہوا۔یعنی صدارتی نظام کا ابھی تک ہم نے تجربہ ہی نہیں کیا۔میرے خیال میں صدارتی نظام چونکہ اسلامی نظام کے زیادہ قریب ہے اس لیے وہ پارلیمانی نظام سے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں پارلیمانی نظام رائج ہے لیکن ہم ایک برائے نام صدر بھی بنا لیتے ہیں۔کروڑ ہا روپے اس کا خرچہ ہے جبکہ کرنے کو کوئی کام نہیں ہے۔یہ بھی اس غریب ملک کے لیے ایک عیاشی ہے۔لیکن چونکہ برطانیہ میں وزیراعظم کے ساتھ ساتھ ملکہ یا صدر کا عہدہ بھی ہوتا ہے تو اس لیے ہم بھی اس کی پیروی کر رہے ہیں۔میرے خیال میں صرف صدارتی نظام ہونا چاہیے۔البتہ ایک بات ہے کہ پنجاب کی آبادی چونکہ زیادہ ہے تو خدشہ ہے کہ اگر صدارتی نظام ہو گا تو ہر دفعہ صدر پنجاب کا ہی بنے گا۔لیکن اگر کوئی ایسا طریقہ کار بنا لیا جائے کہ چھوٹے صوبوں سے بھی صدر منتخب ہو جائے تو پھر صدارتی نظام زیادہ بہتر ہو گا۔

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: میرے خیال میں موجودہ نظام میں چاہے جتنی بھی خرابیاں ہیں لیکن جب تک ہم نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت نہیں کرتے تب تک موجودہ نظام کو ہی قائم رہنا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے تمام صوبے ایک آئین پر متفق ہیں۔اگر اس آئین کو منسوخ کر کے نیا آئین بنایا گیا تو دوبارہ ایک پنڈورا بکس کھل جائے گا اور پھر صوبوں کو کسی بات پر متفق کرنا موجودہ حالات میں مشکل ہو جائے گا۔دوسری بات یہ ہے کہ آئین کو منسوخ کوئی ڈکٹیٹر ہی کر سکتا ہے اور وہ جو آئین بنائے گا وہ معتبر نہیں ہو گا۔

سوال: جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ صدارتی نظام اسلامی نظام کے زیادہ قریب ہے تو پھر کیوں نہ اس نظام کو ہی اپنا لیا جائے تاکہ ایک سیڑھی تو طے ہو جائے؟

ایوب بیگ مرزا: شاید بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کہ ذوالفقار علی بھٹو جب 1973 کا آئین بنا رہے تھے تو وہ ایک صدارتی آئین ہی تھا جس میں تمام تر اختیارات صدر کو دیے گئے تھے۔اپوزیشن نے اس پر بڑی چیخ و پکار کی جس کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو نے مجبور ہو کر اس کو پارلیمانی آئین میں تبدیل کیا۔اور تمام اختیارات وزیراعظم کو سونپ دیے گئے۔

سوال: بنگلہ دیش نے پاکستان کے 71ویں یوم آزادی پر پاکستان کے حمایتی جماعت اسلامی کے مزید 5 کارکنان کو سزائے موت سنا کر ہمیں کیا پیغام دیا ہے؟

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: بنگلہ دیش کی موجودہ وزیراعظم حسینہ واجد شیخ مجیب الرحمان کی بیٹی ہیں اور وہ بہت ہی منتقم قسم کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔حالانکہ عالمی سربراہی کانفرنس میں جب پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تھا تو اس معاہدے میں یہ بات شامل تھی کہ پرانے کیسز نہیں کھولے جائیں گے۔یہ بات بنگلہ دیش کے آئین میں بھی شامل تھی لیکن حسینہ واجد نے آ کر آئین میں ترمیم کی ہے۔جس کے بعد ٹریبونل بنا کر پاکستان کے سابق حمایتیوں کو پھانسیاں دی ہیں۔لیکن یہ ہماری حکومت کی کمزوری ہے کہ بنگلہ دیش معاہدے کی سرعام خلاف ورزی کر رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔جو قوم کمزور ہو جائے تو پھر اس میں حساسیت ختم ہو جاتی ہے۔دنیا میں ایسی تنظیمیں بھی ہیں جو جانوروں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرتی ہیں۔اگر کہیں کسی جانور پر ظلم ہو جائے تو وہ طوفان برپا کر دیتی ہیں۔لیکن ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ کشمیر میں، برما میں، فلسطین میں مظلوم مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے لیکن ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔اگر بنگلہ دیش میں پاکستان کے پانچ حمایتیوں کو سزائے موت ہو گئی تو ہم کونسا جاگ جائیں گے۔اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اندر سے حساسیت ہی ختم ہو چکی ہے۔حالانکہ بنگلہ دیش کے خلاف ہم تمام عالمی فورمز پر آواز اُٹھا سکتے تھے اور تمام تر سفارتی ذرائع استعمال کر کے بنگلہ دیش کو معاہدے کی پاسداری پر مجبور کر سکتے تھے۔

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: اصل میں مسلمان معاشروں میں سیکولر طبقات اتنے حاوی ہو چکے ہیں کہ میڈیا اور حکومت سمیت تمام شعبوں پر ان کا کنٹرول ہے جبکہ دینی شخصیات چاہے وہ سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ان کا معاشرے میں اتنا مقام نہیں رہا۔لہٰذا جن کے ہاتھ میں کنٹرول ہے وہ مذہب سے دوری کی بناء پر ہر وہ کام کر رہے ہیں جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

سوال: عمران خان اکثر ریاست مدینہ کا حوالہ دیتے رہتے ہیں۔آپ انہیں اس حوالے سے کیا تجاویز دیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: عمران خان نے 1995ء میں ہی جب اپنا ایجنڈا اظاہر کیا تھا تو اس وقت بھی ریاست مدینہ کا حوالہ دیا تھا۔اب وہ حکومت میں ہیں۔اگر واقعتاً وہ اس حوالے سے سنجیدہ ہیں تو انہیں سب سے پہلے آئین کی دفعہ 2-A پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہو گا کہ کوئی قانون سازی اور کوئی اقدام قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔دوسرا کام یہ کرنا ہو گا کہ آئین میں موجود جو بھی قوانین قرآن و سنت سے متصادم ہیں انہیں نکالا جائے اور ان کی جگہ شریعت سے ہم آہنگ قانون سازی کی جائے۔اگر یہ سب کیا جائے گا تو تب ریاست مدینہ بنے گی وگرنہ یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہو گی کہ صرف سوشل جسٹس سے ریاست مدینہ قائم ہو جائے گی۔سوشل جسٹس بھی اسلام کا حصہ ہے لیکن جب تک معاشی، سیاسی اور معاشرتی طور پر اسلام نافذ نہ کیا جائے تو محض سوشل جسٹس سے کام نہیں چلے گا۔

بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ: آئین میں تو جواز موجود ہے۔آئین نفاذ اسلام کی تائید کرتا ہے صرف عمل درآمد کی ضرورت ہے۔آئین کو اسلامی بنانے کے حوالے اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنا تمام کام مکمل کر لیا ہے۔ان کی سفارشات الماریوں میں پڑی ہیں۔اگر کسی کو عمل کرنا ہے تو مواد سارا موجود ہے۔کہیں سے بھی شروع کر لیں۔اسلام پر عمل درآمد تو بہرحال کرنا ہی ہو گا۔اس کے بغیر نہ تو قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو سکتا ہے اور نہ ہی پاکستان میں استحکام آ سکتا ہے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

......سرخ گلابوں کے لہو سے روشن

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اللہ تعالیٰ عیدِ سعید مبارک فرمائے۔ تقبل اللّٰہ منا و منکم۔ قبل ازیں بہت سے اہم واقعات یکجا ہیں۔ یوم آزادی منایا گیا۔ جمہوریت کے سفر میں پارلیمنٹ نے اگلے مراحل طے کیے۔ اس پر بات ادھار رہی۔ ہم راہ ذوالحج چل رہا ہے۔ امت، پوری دنیا سے کھینچ کھینچ کر مقناطیسی کشش رکھنے والے روئے زمین کے مرکز، بیت اللہ میں پروانہ وار کفن کی دو چادریں اوڑھے طواف کر رہی ہے۔ ہمیں یہ یاد دلاتے ہوئے کہ ہم۔ عام انسان نہیں ہیں۔ یکے از ساڑھے چھ ارب نہیں، یکے از ڈیڑھ ارب ہیں۔ اور حج ان ڈیڑھ ارب کے نمائندوں کی تربیت گاہ ہے۔ بے جہت، لاعلم، اپنی شناخت، اپنے ازل اپنے ابد سے بے بہرہ باقی دنیا کی ہدایت پر مامور۔ راشد ہی مرشد ہوا کرتا ہے۔ سو مرکز رشد و ہدایت سے ایمان کی جھولیاں بھرنے امت کا ایک حصہ سربسجود ہے۔ رہے ہم تو ہمارا حال تو بہ زبان اقبال یہ ہے کہ: نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو، ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے۔

آزادی کے نام پر کیا کچھ نہیں ہوا۔ سارا پاکستان روشنیوں میں نہا گیا۔ نئے پاکستان کو بھی 21 توپوں کی سلامی ملی۔ ہلالی پرچم لہرانے کی تقریبات شہر شہر ہوئیں۔ لڑکے، لڑکیاں سبز کپڑے پہنے شانہ بہ شانہ قومی ترانہ گاتے رہے۔ مزار قائد و اقبال پر حاضریاں اور گارڈ کی تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ مگر! یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے۔ پاکستان کے جھنڈے کی ہریالی خشک دریاؤں کے ہاتھوں ماند پڑ چکی ہے۔ یہ شعر تو جا بجا لکھا پڑھا گیا۔ خدا کرے کہ مری ارض پاک پر اترے، وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو۔ لیکن فصل گل تو جس پانی (بلکہ خون جگر) کی مرہون منت ہے وہ بدترین دشمن دن دہاڑے چرا کر لے گیا۔ وہ ڈیم پر ڈیم بناتا رہا اور ہم ڈیم فول بنے منہ تکتے رہے۔ اسی سے لہسن، آلو، پیاز، ٹماٹر مہنگا منگا کر کھاتے رہے۔ اب سوئے ہوئے اٹھے ہیں تو چندہ برائے ڈیم! چندہ کر کے جھنڈا تو خریدا جا سکتا ہے مگر ڈیم؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ اب نئے پاکستان کے ارب پتی حکمران نہایت محبِّ وطن ہیں تو شاید ڈیم والا چندے کا ڈبہ بھر جائے۔ حتیٰ کہ چائے والا ممبر قومی اسمبلی بھی کروڑ پتی ہے، دو گھروں اور زرعی زمین کا مالک۔ ارب پتیوں، طیارہ برداروں میں غریب ممبر! (36 امیر ترین با اثر خاندانوں کی بہنیں، بہوئیں، بیٹیاں، بھی مقروض غریب قوم کی نمائندگی کر رہی ہیں۔) یوم آزادی پر آتش بازی سرکاری و نجی سطح پر ہوئی۔ چھتوں پر نوجوان حسبِ توفیق پٹاخے انار پھاڑ رہے تھے۔ ہوائی فائرنگ، بگل، لڑکے لڑکیوں کی گلا پھاڑ چیخیں (اظہار مسرت) جاری تھا کہ نجانے کیوں شدید کڑک چمک کے ساتھ آسمان ٹوٹ کر برسا! شاید چرخ نیلی فام کو وہ مناظر ہجرت یاد آ گئے۔

چوڑیاں ٹوٹ کے بکھری تھیں ہر اک آنگن میں
اک کنواں تھا کہ تمناؤں سے بھر رکھا تھا
راہ تھی سرخ گلابوں کے لہو سے روشن
پاؤں رکھا نہیں جاتا تھا مگر رکھا تھا

آزادی پر سطحی، ظاہری، (بعض جگہ سفلی) زبانی جمع خرچ رہا۔ غریب، قرضوں میں ڈوبے ملک، بند صنعتوں، دگرگوں معیشت میں عالمی گاؤں کے سیٹھوں، چودھریوں کی نقالی میں اس پیسے کو آگ لگا کر آتش بازی سے لمحاتی، جذباتی خوشیاں کشید کرنا، جس سے خط غربت کے نیچے سسکتوں کو روٹی اور تن ڈھانپنے کو کپڑا فراہم کیا جا سکتا تھا۔ بلڈنگوں پر روشنیوں کی لڑیاں پرونے والے ہاتھ، کسی بے روزگار کے فاقوں پر بہتے بچوں کی آنسوؤں کی لڑیاں پونچھ سکتے تھے۔ معلوم ہے کہ اس پر جھوٹی آن بان شان اور وقتی خوشیوں کے دلدادہ تپ اٹھیں گے۔ لیکن کیا کیجیے کہ برسرزمین حقائق نہایت تلخ ہیں۔ اس جشن ہائے ہاؤ ہو سے لوٹیں گے تو ملکی اعداد و شمار کے حقائق ہمارا منہ مزید چڑا رہے ہونگے۔ دیار کذب میں یہ ارتکاب حق گوئی، یہ جرم ہے تو مجھے بار بار کرنا ہے! قومیت کے شکنجے میں مشرف نے پاکستان کو جکڑ دیا۔ ورنہ نظریۂ پاکستان تو چیزے دیگر است! مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔ اور ہر ملک، ملک ماست کہ ملک خدائے ماست۔

صرف پاکستان پر اکتفا؟ یہ ہمارا محبوب گھر ہے۔ باقی پوری دنیا کی زمین کو اللہ نے ہمارے لیے مسجد بنایا ہے۔ اور مسجد کی امامت غیر کے ہاتھ میں نہیں ہو سکتی۔ جو دنیا پر جبر و استحصال اور ظلم بے پناہ کو روا رکھے۔ بے حیائی اور فحش کاری دنیا کی معاشرت اور تہذیب بن جائے۔ جھوٹ مکر و فریب اور ضمیروں کی خریداری اور ملکی خزانوں کی لوٹ مار کا نام سیاست ہو۔ آج ملکوں ملکوں جھنڈے پر چاند تارے یا صلیب یا اشوکا چکرا (بھارتی) کی جگہ ملک کی کرنسی ہونی چاہیے۔ ڈالر، ین، یورو، روپیہ! حقیقت تو مال، روپے پیسے کی خدائی اور حکمرانی ہی ہے۔ یا پھر کرسی! اسی کے لیے جینا مرنا، اسی کے خوابوں میں شب و روز ایک کر دینا!

14 اگست کو بنگلہ دیش نے ہمارے یوم آزادی کی مناسبت سے مزید پانچ افراد کو پاکستان سے وفاداری کی سزا، پھانسی سنا دی ہے۔ یہ پھانسیوں کا تسلسل بظاہر غیور اور آزاد ہونے کے دعوے دار عمران خان کے لیے بھی امتحان ہے۔

خارجہ پالیسی کیا نئے پاکستان میں بھی منقار زیر پر ہی رہے گی؟ ڈاکٹر عافیہ کی رہائی والا وعدہ پورا ہوگا؟ داخلہ پالیسی کا لٹمس ٹیسٹ، ختم نبوت ہوگا۔ کیونکہ وزیر اعظم کا حلف آئین کی پاسداری اور اسلامی نظریۂ حیات کے تحفظ کا بھی عہد کرتا ہے جس پر یہ ملک تخلیق ہوا۔ یہ حلف رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر 18 کروڑ عوام کے سامنے اٹھایا جاتا ہے اور اس کی ابتدا ہی عقیدے (توحید، رسالت، قرآن، آخرت، ختم نبوت اور ضروریات دین پر پختہ ایمان) کے اظہار سے ہوتی ہے۔ اس کی پرکھ ہر قدم برسرزمین بھی ہوگی اور عند اللہ بھی۔ کوئی زائچے، علم الاعداد، قسمت، احوال شناسی کی دعویٰ دار زندگی کے اگلے مرحلے پر ساتھ نہ دے سکیں گے!

لیلیٰ مجنوں نے بھی قبر کی پہلی رات کے لیے یہ وعدہ لیا دیا ہوتا کہ میں مر جاؤں تو قبر پر ساری رات ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا، تنہا نہ چھوڑنا۔ تو ایسا ممکن نہ تھا! مجنوں اتنا بھی مجنوں نہ تھا۔ پاکستان جیسے ملک کا عہدہ حلف اٹھا لینا استروں کی مالا ہے! وہ ملک جسکے پیدائش سرٹیفکیٹ پر نام، اسلام، پیدائش پر خون کی ان گنت بوتلیں چڑھی ہوں اور مقصد وجود، لا الٰہ الا اللہ لکھا ہو۔ اس کی حکمران کے حق کی ادائیگی اور جوابدہی کی شدت احساس موجود ہوتی تو ہر وزیر اعظم حلف اٹھاتے ہوئے غش کھا کر گر پڑتا! مگر بھنگڑوں، آتش بازیوں، دیگوں، کیکوں، مٹھائیوں کے غلغلے میں ایسی کڑوی گولی کھلانے کے درپے ہونے والا ہی دیوانہ قرار دیا جائے گا! تاہم۔ خلقت پس دیوانہ و دیوانہ بکارے!

عشرہ ذوالحج...... کی کہانی، قربانی کے ذریعے قرب الٰہی کی منزلیں مسلسل سر کرنے کی کہانی ہے۔ قرآن نے زندگی کی ابتدا کی کہانی تخلیق آدم علیہ السلام والی سنائی۔ فرعون

کے مقابل سربکف کلیم اللہ کی کہانی سنائی۔ تاہم ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی کہانی سنا کر چھوڑ نہیں دیا۔ بلا لیا۔ آؤ اور اس کہانی کے ایک ایک جز سے گزرو سیدنا ابراہیمؑ کی حنیفیت (یکسوئی) اسماعیل علیہ السلام کی فدویت اور فدائیت اپناؤ۔ ہاجرہ کا توکل، تسلیم ورضا اور مامتا کی سعی کو سلامی پیش کرو۔ کیونکہ فتنۂ دجال میں تم سے یہ سارے سوال پوچھے جائیں گے۔

مادیت اور مادہ پرستی سے لتھڑی دنیا میں نماز وطواف کی یکسوئی، اطاعت، پروانہ وار نچھاور ہونے کی ہمت کروگے؟ دین پر استقامت (اسلام مذہب نہیں دین ہے، تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط) پرکھی جائے گی۔ ابراہیمؑ کے بیٹوں کے لیے بھی نارِ نمرود بھڑکائی جائے گی۔ **حرقوہ**...... (جلاڈالو) کی پکار ملکوں ملکوں سنو گے۔ (اور ہم نے سنی۔ کابل، بغداد، دمشق، غزہ، سری نگر، ارکان) لارجمنک ...... پتھر مار مار کر تجھے مار ڈالوں گا۔ تم بھی سنو گے۔ ڈرون، ہیل فائر، میزائل، فاسفورس بیرل بم، کیمیائی حملوں سے مارڈالوں گا۔ تم بھی سنو گے۔

کہو تکبیر تشریق! دل کی سچائی سے اللہ کی کبریائی بیان کرو۔ (بمشکل امام صاحب کے پیچھے نہ پڑھو۔ دل سے کہو۔ بگواز روئے جاں!) تو پھر دیکھو میں تمہارے ساتھ۔ ہوں گا۔ بے شک ان کی مدد کی جائے گی۔ یہ ہمارا لشکر ہے یہی غالب رہے گا۔ (الصّٰفّٰت) (دبے پاؤں سپر پاور افغانستان میں اعتراف شکست کرتی ہوئی مذاکرات کی میز پر آبیٹھی)

اللہ کی بے آواز لاٹھی کو برستا دیکھنا ہو تو کیلی فورنیا کو جہنم زار بناتی، 314,925 ایکڑ کو نگلتی آگ دیکھ لیجئے۔ گھروں، گاڑیوں، اثاثوں کو چاٹتی راکھ بنا کر چھوڑتی ، دھویں کے خوفناک بادل تانے آگ! مسلمانوں کے جلتے ملکوں، غم سے دہکتے سینوں سے نکلتے شرارے بھی حرقوہ (جلاڈالو) کا حکم صادر کرتی آگ بن گئے! بگولوں، آندھیوں، طوفانوں، سیلابوں اور شدید گرمی کے شکار (ہم سے برسرپیکار رہنے والے) مغربیوں کے صحنوں میں اترتے عذابوں کو دیکھ لیجئے۔ سائنس ٹیکنالوجی صرف بربادی کے اعداد وشمار اور ویڈیوز دکھانے پر قادر ہے۔ نیوجرسی کے سیلاب میں دلہنوں کی طرح دمکتی گاڑیاں کیچڑ بھرے پانی میں کھلونوں کی طرح تیرتی ٹکراتی چور ہوگئیں۔ سمندروں سے گھرا امریکہ آگ پر قابو نہیں پاسکا۔ بگولوں طوفانوں کی آمد پر...... آبادی...... نقل مکانی پر مجبور ہے۔ دربدری کے سوا کوئی مداوا نہیں! اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ ❀❀❀

سیکولر آندھیوں میں اسلامی تحریکوں کے چراغ

(الاخوان المسلمون: عزیمت کی 90 سالہ داستان)

اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی

حسن البناءؒ کی تحریک الاخوان المسلمون کی تاسیس کو گزرے مارچ میں 90 برس ہوگئے ہیں۔ 1928ء میں قائم ہونے والی عالم عرب کی اس بے نظیر دینی تحریک جسے معروف معنوں میں سیاسی جماعت بھی کہا جاسکتا ہے، کے پس منظر میں ہمیں خلافتِ عثمانیہ کا شکستہ ڈھانچہ پڑا نظر آتا ہے۔ 1924ء میں خلافت کے ادارے کا انہدام ہوا تو اس پر ماتمی نوحے برصغیر پاک وہند میں بھی بلند ہوئے اور مصر میں بھی سنائی دے رہے تھے۔ مصر میں اس ماتم کی فضا میں احیاء خلافت کی ایک مہین سی کوشش ہوئی تھی لیکن خلافت کے ادارے کو ختم کرنے والوں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا تھا کہ اب اسے زندہ کرنے کی کوئی کوشش بارآور نہ ہو۔ چنانچہ مصر میں ہونے والی یہ کوشش جلد ہی دم توڑ گئی تھی۔ مصر کو پورے عالم عرب میں ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ علم وعرفان، تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، شعر وادب، طباعت واشاعت کے جو چشمے سارے شرقِ اوسط کو سیراب کرتے تھے اور آج بھی کررہے ہیں ان کا منبع مصر ہی تھا۔ ترک مدتوں تک میدانِ جنگ کے معرکوں میں الجھے رہے چنانچہ علمی وفکری روشنی ترکی سے زیادہ مصر ہی میں پھیلی رہی۔ الازہر جیسی قدیم اور عظیم علمی درس گاہ ایک ہزار سال سے زیادہ مدت سے مصر کے ماتھے کا جھومر چلی آرہی ہے۔ مصر میں مغرب پرستی، لبرل ازم اور سیکولرازم کی ان لہروں کا تذکرہ آگے آرہا ہے جنہوں نے گویا ایک دینی تحریک کی برپائی کو وقت کی پکار بنا دیا تھا۔ انیسویں صدی کے وسط اوّل میں مصر کے فکری افق پر جدیدیت کا طلوع ہونے والا ایک بڑا نام رفاعۃ طہطاوی ہے۔ طہطاوی مصری قوم پرست، مصنف، معلم، مترجم اور احیائے علوم کے علمبردار تھے۔ انہوں نے فورٹ ولیم کالج کی طرز پر ایک ادارے کی بنیاد ڈالی تھی تاکہ مغربی علوم کے عربی میں اور عربی علم وادب کے مغربی زبانوں میں ترجمے کیے جائیں۔ وہ روشن خیالی اور سیکولرازم کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ ان لوگوں نے لبرل ازم اور سیکولرازم کے جو بیج بوئے تھے حسن البناءؒ کے اخوان کی تشکیل کے وقت تک وہ اگ آئے تھے اور ان کی فصل خوب پھل پھول رہی تھی۔ اس چمن کے بڑے پیڑوں میں ہمیں مفتی محمد عبدہ، احمد لطفی سید، احمد امین، قاسم امین، محمد مصطفیٰ ہیکل، طٰحہ حسین، عباس محمود العقاد، توفیق الحکیم اور عبدالمتعال الصعیدی کے علاوہ خالد احمد خالد کے نام خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ شام میں شیخ عبدالرحمٰن الکواکبی بھی اسی عرصے کے اس فکر کے نمائندہ بنے تھے۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے وسط تک فرانسیسی ادب، ثقافت اور آزادیٔ نسواں کے تصورات کی لذت آشنا نازلی فاضل کے قائم کردہ صالون میں مفتی محمد عبدہ سمیت علم وادب کی علامتیں سمجھی جانے والی بڑی بڑی شخصیات اس ثقافت کی دلدادگی کا ثبوت دینے پر حاضر ہوتی تھیں۔ نازلی کے اس صالون نے لبرل فکر کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے آگے پیچھے مصر میں جو بہت بڑے ادبی معرکے برپا تھے ان میں اس صدی کے جاحظ شمار ہونے والے مصطفیٰ صادق الرافعی اور عباس محمود عقاد کے مابین عرصہ تک جاری رہنے والے معرکے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سید قطب شہیدؒ اس وقت تک سیکولر نظریات کے نامور ادیب عباس محمود عقاد کے خاص شاگردوں اور عقاد کے دفاع میں لڑنے والے قلم کاروں میں شمار ہوتے تھے۔ عباس محمود عقاد سید قطبؒ کو بہت قدر واہمیت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دونوں کا یہ تعلق سید قطبؒ کے حسن البناءؒ کی تحریک کا ایک عظیم سالار بننے تک برقرار رہا تھا۔ معروف

داعی اور مبلغ شیخ علی طنطاوی کا تعلق تھا تو شام سے لیکن عباس محمود عقاد اور مصطفیٰ صادق الرافعی کے ادبی معرکوں میں وہ الرافعی کی اسلامی فکر کے موئید اور ان کے حق میں معرکہ آراء تھے۔ یوں گویا بعد میں دینِ حق کی یکساں آواز بن جانے والے دونوں نامور ادیب، سید قطب اور علی طنطاوی، اپنے استادوں کے لشکری بن کر ایک دوسرے کے خلاف بھی صف آراء رہے۔

خلافت کے خاتمے کے بعد ادب کے محاذ کے علاوہ مذہبی اور سیاسی افکار کے میدان میں بھی بڑی گرماگرمی پیدا ہوگئی تھی۔ عثمانی خلافت کے خاتمے کے اگلے ہی سال الازہر کے ایک شیخ علی عبدالرزاق (1888ء تا 1966ء) کی کتاب الاسلام و اصول الحکم نے دین و سیاست اور ریاست اور دین کے تعلق کے بارے میں ایک زبردست جدل اٹھا دیا تھا۔ یہ گویا الازہر کے اندر سے سیکولرازم کے حق میں اٹھنے والی ایک اور مضبوط آواز تھی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شیخ علی عبدالرزاق نے شیخ محمد عبدہ کے ایما اور انگیخت پر یہ کتاب لکھی تھی۔ شیخ علی عبدالرزاق کا رجحان کچھ صوفی ازم کی طرف تھا اور کچھ نمایاں اثرات اس فکر کے تھے جس کا ظہور حالیہ عرصے میں ہمارے ہاں اس بیانیے کی صورت میں ہوا ہے کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ سیاست اور دین دو مختلف دائرے ہیں۔ مذہب کو سیاست میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ اسلام فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ فرد کی اصلاح اور تزکیہ و تربیت کی ایک خدائی اسکیم ہے۔ خلافت کے نام پر مذہب کے اجتماعی زندگی کے دائروں اور اداروں تک پھیلاؤ کی کتاب وسنت میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اگرچہ ایک روایت ہے کہ زندگی کے آخری عرصے میں شیخ علی عبدالرزاق نے اپنی اس متنازع کتاب میں پیش کیے گئے خیالات سے رجوع کر لیا تھا۔ ان کی کتاب کے رد میں 1926ء میں شیخ علامہ محمد الخضر حسین کی کتاب نقض کتاب الاسلام و اصول الحکم اور اسی سال مفتی مصر محمد بخیت المطیعی کی حقیقۃ الاسلام و اصول الحکم اور عبدالرزاق سنہوری کی کتاب اصول الحکم فی الاسلام منصۂ شہود پر آئیں۔ الازہر نے شیخ علی کے ان نظریات کی بنا پر ان کی ازہری مشیخت واپس لے لی تھی۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے اسلامی اور لبرل اور سیکولر فکر کے درمیان برپا کشمکش میں شدت آ گئی تھی۔ اس کشمکش کا آغاز اصل میں اسی وقت ہو گیا تھا جب انیسویں صدی کے وسطِ آخر (1895ء) میں وطن پارٹی (الحزب الوطنی) کی تاسیس ہوئی تھی۔ اس پارٹی کا منشور ہی لادینی سیاست پر مبنی تھا۔

دین کے معاملے میں اس وقت سیاسی قیادت ہی جہل اور بے حسی کا شکار نہیں تھی بلکہ مجموعی دینی فراست پر بھی گہرا جمود طاری تھا۔ نوجوان حسن البناءؒ نے حلقہ ہائے صوفی و ملا کی ایک ایک زنجیر ہلائی۔ ایک ایک کے در دل پر دستک دی، ایک ایک کے کانوں میں اذانیں دیں، ایک ایک کو بیداری کے لیے جھنجھوڑا۔ لیکن ان حلقوں پر چھایا ہوا سکوتِ مرگ نہ ٹوٹا۔ دوسری طرف اسلام مخالف قوتیں اپنے مغربی آقاؤں کی سرپرستی میں مسلسل پیش قدمی کر رہی تھیں۔ مارچ 1928ء تک کے یہ وہ حالات جنہوں نے حسن البناءؒ کو دین کے دفاع میں تنہا اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے ایک نئی تحریک (الاخوان المسلمون) کا آغاز کیا اور ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ ابتدا میں یہ تحریک ایک دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی پروگرام کے ساتھ متحرک ہوئی لیکن اس کے اسلامی فہم کی رو سے اسلام ایک کامل اور مثالی نظامِ زندگی ہے جس کی تعلیمات اور اصول و قواعد فرد کی نجی اور عائلی زندگی سے لے کر تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور سیاست و ریاست سمیت ہر گوشۂ حیات کے لیے ہیں۔ یہ اصول و قواعد اور تعلیمات مسلمانوں کا اختیاری معاملہ نہیں بلکہ وہ مکلف ہیں کہ ساری اجتماعیت کو اسلام کے تابع لائیں۔ اسلام کو اگر اجتماعی شعبوں سے بے دخل کر دیا جائے تو وہ وقت آ جاتا ہے جب وہ گھر اور مسجد میں بھی اجنبی بن کر رہ جاتا ہے۔

1936ء سے اخوان نے سماجی خدمات اور معاشرتی اصلاح کی سرگرمیوں کے ساتھ بھرپور سیاسی جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ حسن البناءؒ ملوک و حکام کو باور کرا رہے تھے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظامِ زندگی ہے۔ انہوں نے حکومت سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کر دیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اسلامی ملک مصر میں لادینی نظریات کے تحت دین و ریاست میں جو فاصلے پیدا کر دیے گئے ہیں انہیں مٹانا لازم ہے۔ سیکولر ریاستی قوتیں حسن البناءؒ کے اس تصورِ دین کو اپنی موت سمجھتی تھیں۔ چنانچہ ابتدا ہی میں ایک طرف مصری ملوکیت کے کان کھڑے ہو گئے۔ دوسری طرف وہ مغربی قوتیں جنہوں نے نپولین کے حملے سے لے کر برطانوی تسلط تک بڑی محنت سے مصر میں اپنے فکری اور ثقافتی نقوش ثبت کیے تھے ان کو بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ یہ تہذیبی و ثقافتی اور فکری نقوش مٹ جائیں اور مصر کے طاقت و اقتدار کے ایوانوں میں اسلام کی آواز گونجنے لگے۔ نفاذِ شریعت کے مطالبے کے علاوہ دلِ ابلیس میں اخوان اور امام حسن البناءؒ کے کانٹے کی طرح کھٹکنے کی دوسری وجہ اسرائیل کی مخالفت تھی جسے عربوں کے سینے میں ایک خنجر کی طرح پیوست کر دیا گیا تھا۔ 1948ء کی پہلی عرب اسرائیل جنگ میں حسن البناءؒ نے اخوانی دستوں کی خود قیادت کی تھی۔ اخوانی مجاہدوں نے اس جنگ میں شجاعت و بسالت اور استقامت کا جو مظاہرہ کیا اس نے اسرائیل کے سرپرستوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ دارالمرکز العام میں فلسطین کے مسئلے پر ایک کانفرنس میں اخوان کے مرشدِ عام حسن البناءؒ نے اعلان کیا تھا کہ فلسطین کی آزادی کے لیے اخوان المسلمون دس ہزار مجاہد رضاکار فراہم کرنے کی ذمہ داری لیتی ہے۔ یہیں سے گویا طے کر لیا گیا تھا کہ اس تنظیم کو مصر میں آزادی سے اپنا سیاسی، دعوتی اور اصلاحی کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پہلے مغرب پرست شاہ فاروق مہرہ بنا۔ مصر کی خفیہ پولیس کے کارندوں نے 12 فروری 1949ء کو حسن البناءؒ کو گولی کا نشانہ بنایا۔ وہ اپنے گھر کی دہلیز پر شہید کر دیے گئے۔

1945ء میں مصر اور سوڈان (اس وقت تک مصر اور سوڈان ایک تھے) کی فوج کے جونیئر افسروں نے حرکۃ الضباط الاحرار (Free Officers Movement) کے نام سے ایک قوم پرست خفیہ تحریک شروع کی جس کا مقصد شاہ فاروق کا تختہ الٹنا تھا۔ مصر کے شاہ فاروق نے قومی خودمختاری اور وقار برطانیہ کے ہاتھ رہن رکھا ہوا تھا۔ اس کی حیثیت ایک کٹھ پتلی کی تھی۔ اس صورتحال پر فوج کے نوجوان افسر قوم پرستی کے جذبے کے تحت ناخوش تھے اور اخوان دینی غیرت کے سبب ملکی وقار کی اس بے حرمتی پر نالاں تھے۔ یوں دونوں میں ملوکیت کے اس ناسور کے خلاف یکساں منفی جذبات پائے جاتے تھے۔ حرکۃ الضباط الاحرار کے نمایاں اور زیادہ سرگرم افسر اخوان کی افرادی قوت اور معاشرے میں اس کے پھیلتے ہوئے اثرات کو محسوس کر رہے تھے۔ اخوان

تحریک کے بانی حسن البناءؒ کی شہادت کے پیچھے شاہ فاروق کا خون آلود ہاتھ اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے اسرائیل کے خلاف جنگ میں حکومت کی زبردست کوتاہیوں بلکہ مجہول ومشکوک کردار کی وجہ سے اخوان میں شاہ فاروق کے خلاف نفرت کے ابھرتے ہوئے جذبات میں اپنے مرشد کی شہادت پر غم وغصہ بھی شامل ہوگیا تھا۔ اوپر سید قطبؒ کا ادب کے محاذ پر ایک shining star کے طور پر تذکرہ ہو چکا ہے۔ جب اخوان تحریک سے نظریاتی رشتہ جوڑا تو وہ یہاں کے فکری ونظریاتی دستے کے سالار بن گئے۔ پہلے عرب اسرائیل جنگ میں شانہ بشانہ لڑتے ہوئے اخوان سے فری آفیسرز اچھی طرح متعارف ہوگئے تھے۔ ملوکیت مخالف جذبات بھی دونوں میں یکساں تھے۔ دونوں ملکی خودمختاری اور وقار کی بازیابی کے خواہاں تھے۔ اخوان کے اندر جو مخلص مگر کسی قدر جذباتی گروہ ان قوم پرست فوجی افسروں کے بہت قریب ہوگیا تھا۔ ان میں سید قطبؒ بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔ یہ اخوانی گروہ ان افسروں میں سے جمال عبدالناصر جیسے لوگوں کی چھپی ہوسِ اقتدار اور خودغرضی کو بھانپ نہ سکا۔ نجیب محفوظ چار سال بعد یعنی 1949ء ان افسروں کے جتھے میں شامل ہوا اور 1952ء کے انقلاب کی قیادت اسی نے کی تھی۔ لیکن جمال عبدالناصر کے مکروہ ارادے اسے نجیب کے تابع نہیں رہنے دے رہے تھے۔ اس نے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اب جمال ناصر کے اشتراکی نظریات اور حقیقی عزائم اخوان سے پوشیدہ نہ رہے تھے۔

مایوسی کبھی ہاتھ پاؤں توڑ کر گرا دیتی ہے اور کبھی کسی انتہائی اقدام کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ ان فری آفیسرز کی صحیح قومی مقاصد سے بے وفائی کی وجہ سے مذکورہ اخوانی گروہ میں شدید ردعمل پیدا ہوا۔ مرشدِ اول کی شہادت کے بعد حسن الہضیبیؒ منصب ارشاد پر فائز ہو چکے تھے۔ وہ کشیدگی کی زیرِ سطح لہروں کو محسوس کر رہے تھے۔ وہ انتہاپسندانہ نظریاتی رویے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اصل میں جس مقدس کارواں کے میر کارواں تھے اسے کسی بڑی آزمائش سے بچانے کے خواہاں تھے۔ 1952ء میں جمال عبدالناصر پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ایک اخوانی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ناصر کو اخوان المسلمون پر ہاتھ ڈالنے کا بہانہ مل گیا۔ یہاں سے اخوان المسلمون کی تاریخ میں عزیمت کا ہولناک باب شروع ہوا۔ قہر وجبر کے انتقامی آگ کے شعلے پہلے عبدالقادر عودہ، شیخ محمد فرغلی، یوسف طلعت، ابراہیم الطیب، ہنداوی دویر، محمود عبداللطیف جیسی نادرِ روزگار ہستیوں کی طرف لپکے۔ پھر 29 اگست 1966ء کو سید قطبؒ جیسے بے بدل ادیب اور ممتاز دانشور، ماہر تعلیم، مضطرب داعی، مخلص مصلح، عظیم مفکر اور روح پرور مفسر کو تختہ دار پر کھینچا گیا۔ ہزاروں اخوانی کارکنوں کی مظلومانہ شہادت ہوئی۔ ہزاروں جیلوں کی صعوبتیں سہتے ہوئے اور ایذا واذیت کے وحشیانہ برتاؤ میں جان سے گزر گئے۔ سینکڑوں کا کیریئر تباہ ہوا اور سینکڑوں کا ٹیلنٹ خاک میں مل گیا۔ بے شمار کی قوم ووطن کے کام آنے والی تخلیقی صلاحیتیں برباد ہوئیں، گھر بار اور کاروبار تباہ ہوئے، ملازمتیں چھن گئیں، تب سے لے کر اب تک قہر وجبر کا یہ لرزہ خیز باب 66 سال پر پھیلا ہوا ہے۔ کیمونزم جیسے سفاک نظام میں بھی کسی طبقے کو اپنے عقیدہ ونظریہ کی بناء پر اس قدر طویل عرصہ تک جوروستم کا نشانہ نہیں بنایا گیا تھا جس قدر چار مسلسل آمریتوں میں اخوان المسلمون کو بنایا گیا ہے۔ اپنے ایمان کی جیسی قیمت اللہ کے ان بندوں کو دینی پڑ رہی ہے ایسی فرعونیوں اور نمرودوں کے دور میں بھی کسی نے نہ چکائی ہوگی۔

اگر اخوان المسلمون نے اپنے کارکنوں کے لیے تربیت کی بھٹی گرم نہ رکھی ہوتی اور تزکیہ نفس، اصلاحِ باطن، تعمیرِ اخلاق اور تشکیلِ کردار کی صنعت گری نہ کی ہوتی تو عزم وہمت اور عزیمت وصبر کی یہ داستان رقم نہ ہو پاتی۔ یہ تعلق باللہ اور توکل علی اللہ کی کیفیات ہی ہیں جو ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتیں۔ زخم کھا کر گرتے ہیں اور گر کر اٹھتے ہیں۔ وحشی صفت آمریت کی کمان میں تیر ختم ہو جاتے ہیں مگر تیر کھانے والے سینے ختم نہیں ہوتے۔ اخوان المسلمون کے منصب قیادت کے لیے گویا معیار ہی یہ ٹھہر گیا کہ کس نے سب سے زیادہ قید کاٹی اور مظالم برداشت کیے۔ مصر کی آمریت کا نیا چہرہ عبدالفتاح السیسی پانچ سال پہلے تاریخ کے اسٹیج پر فرعونی کردار ادا کرنے کے لیے نمودار ہوا۔ خیر وشر کی کشمکش کی اس داستان میں نئے خونیں اوراق کا اضافہ ہونے لگا۔ السیسی نے بربریت، خباست اور شقاوت میں ناصر کے ریکارڈ بھی توڑ دیے۔ منتخب صدر محمد مرسی کی معزولی پر احتجاج کے لیے ہزاروں اخوانی کارکن مسجد رابعہ العدویہ کے جوار میں میدان میں اور سڑکوں اور چوراہوں پر جمع تھے۔ مصری فوج اور پولیس نے ان پر یلغار کردی۔ صرف گولیوں کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان پر بلڈوزر اور ٹینک چڑھا دیے۔ چھ سات سو افراد ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر لقمہ اجل بنے۔ ساڑھے چار ہزار زخمی ہوئے۔ منتخب پارلیمنٹ کے ارکان سمیت اخوان المسلمون کی ساری قیادت کو گرفتار کرلیا گیا۔ مرشد عام محمد بدیع کا جواں سال بیٹا یہاں شہید ہوا۔ معروف اخوانی رہنما محمد البلتاجی کی جوان بیٹی اسماء بلتاجی یہیں مظلومیت کا استعارہ بنی۔ ہزاروں کارکن جیلوں میں ٹھونس دیے گئے۔ معمر اور مریض مرشد عام محمد بدیع تو اپنے منصب کی وجہ سے نشانہ انتقام ہیں۔ لیکن سابق مرشد عام محمد مہدی عاکف جو اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے منصب ارشاد سے مستعفی ہو چکے تھے ان کو بھی جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ جیل کی تکلیفوں نے ان کی حالت صحت کو مزید دگرگوں کر دیا تھا۔ گزشتہ سال کے اواخر ستمبر میں ان کی موت ایک لحاظ سے جیل ہی میں ہوئی۔ کبھی گولیوں کے سامنے سینہ تانے، کبھی تاریک زندانوں میں، کبھی تختہ دار پر، کبھی سیاست کی تنہائیوں میں اور کبھی نااہلی اور کالعدمی کے عدالتی فیصلوں کی زد میں، کبھی پابندیوں کی لپیٹ میں اور کبھی اندر اور باہر سے نفرت بھرے پروپیگنڈے کی بوچھاڑ میں، کبھی بڑی عالمی طاقتوں کے غیض وغضب اور کبھی اسرائیل جیسے دائمی دشمن کی ریشہ دوانیوں اور دسیسہ کاریوں کی آندھیوں میں یہی وہ قافلہ ہے جس کے بارے میں اقبالؒ نے کہا تھا:

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے
عشقِ بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں!

یہ دو چار برس کی بات نہیں بلکہ 90 سالہ المناک داستان عزیمت ہے۔ اگر اللہ سے تعلق نہ ہو اور یہ شعور نہ ہو کہ لمحوں کی کربلا میں اٹھتے قدم اس کی راہ میں اور اسی کی رضا کے لیے اٹھ رہے ہیں تو ایسی استقامت دکھانا ممکن نہیں۔ لیکن اللہ کے ان سپاہیوں میں سے ہر سپاہی کی کیفیت یہ ہے کہ:

مردِ سپاہی ہے وہ، اس کی زرہ لاالٰہ
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لاالٰہ

سیاسی اختلافات یا کردار کشی

محمد ندیم اعوان

انگریزوں کی ذہانت اور قابلیت کی تو داد دینی پڑے گی۔ ہندوستان سے اپنا بوریا بستر گول کرتے ہی ہمارے لیے وہ سوغات چھوڑ گئے جس نے دیمک کی طرح مسلسل ہمارے معاشرے کی اخلاقیات وکردار کو چھاٹ کر تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ان بیش قیمت سوغاتوں میں سے ایک ان کا دیا طبقاتی نظام تعلیم ہے، جس نے پڑھے لکھے شخص کی زبان پر انا الحق کا نعرہ جاری کر دیا ہے۔ آزادی اظہار رائے کے نام پر مقدس شخصیات کے خلاف زبان درازی، مضحکہ خیز اشتہارات اور ان کی کردار کشی اسی نظام تعلیم کا کرشمہ ہے۔ اس طبقاتی نظام تعلیم نے تو ہماری عقل وفکر کو مسخر کر دیا ہے اور ہمارے ذہنوں میں بھوسا بھر دیا ہے، اب نہ تو ہمارا اپنا کوئی نظریہ ہے، نہ سوچ اور نہ فکر۔ یہاں تک کہ زبان بھی انہیں کی تائید میں حرکت کرتی ہے۔

اس نظام نے ہمارے ملک میں ایلیٹ کلاس طبقہ کو جنم دیا ہے جن کا مقدر اقتدار کی کرسیاں ہوتی ہیں۔ یہ طبقہ مغرب کو اپنا قبلہ تصور کر کے تعلیم حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ مغربی تہذیب ان کی خواہش اور وہی طرز زندگی ان کی ضرورت بن جاتی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو کہ ان کی خواہش اور ضرورت کو پورا نہ کیا جائے۔ لہٰذا اس طبقہ کی ہر جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرنے اور عوام پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے جمہوری نظام کا طوق بھی ہمارے گلے میں ڈال دیا گیا ہے۔ جس نے ہر بستی، ہر گاؤں، ہر شہر، ہر گلی، کوچے، محلّے، علاقے یہاں تک کہ ہر ہر فرد کو دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کیا ہے۔ ایک گھر میں اگر دس افراد ہیں تو ان دس افراد میں سے ہر شخص کا تعلق علیحدہ علیحدہ سیاسی جماعتوں سے ہے۔ بات اگر یہاں آ کر رک جاتی تو بھی اچھا تھا، اور ہر شخص اپنی اپنی سیاسی پارٹی کی برتری کے لیے سر توڑ بد اخلاقی اور بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں ہم نے سگے بھائیوں کو آپس میں دست و گریبان اور ایک دوسرے کا خون کرتے دیکھا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان اس مقدس رشتے کو پامال ہوتے دیکھا، سینکڑوں گھروں کے چشم و چراغ کو سسکیاں بھرتے دیکھا، نوجوانوں کو زندہ باد اور مردہ باد کی جنگ میں شہید ہوتے دیکھا۔ ماؤں کا اپنے بیٹوں کے لیے سینہ پیٹتے دیکھا، ان کی گریہ وزاری اور چیخیں آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرش تک پہنچتے دیکھا، حالانکہ سیاسی پارٹیوں کے لیڈر باہم شیر وشکر ہوتے ہیں۔ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لیے پارٹی پالیسیاں تبدیل کرتے رہتے ہیں اور کبھی تو ان پارٹیوں سے بھی اتحاد کر لیا جاتا ہے جس کے سایے سے بھی نفرت ہوتی ہے، لیکن عوام کا کیا وہ تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

25 جولائی کو عوام کی اکثریت نے اپنے اور پاکستان کے بہتر مستقبل کے لیے پاکستان تحریک انصاف کو منتخب کیا۔ عوام کا یہ فیصلہ صحیح تھا یا غلط، یہ فیصلہ عوام کا تھا یا اس میں پاک فوج نے مرکزی کردار ادا کیا، اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اور نہ یہ ہمارا موضوع بحث ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ان سیاسی پارٹیوں کے کارکنان نے سوشل میڈیا پر ایک طوفان بدتمیزی برپا کی لیکن پی ٹی آئی اور جے یو آئی کے کارکنان نے تو بے حیائی، بد زبانی، بد تہذیبی اور گالم گلوچ کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ جے یو آئی کے کارکنان نے عمران خان کو زانی، شرابی، بے حیا، لچر اور یہودیوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا ہے۔ کیا ہمارے مذہبی پارٹی سے تعلق رکھنے والے کارکنان قرآن پاک کے اُن تمام ارشادات کو بھول چکے ہیں جس میں دوسروں کی غیبت اور بہتان تراشی پر سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے؟ کیا حضور ﷺ کے وہ ارشادات ان کو یاد نہیں جس میں غیبت کو مردار کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ یہ بات تو تب ہے کہ اگر واقعی عمران خان زانی، شرابی ہو، لیکن اگر حقیقت اس کے برعکس ہے اور عمران خان میں ایسی کوئی برائی نہیں تو یہ بہتان تراشی ہے جو ایک سنگین اخلاقی اور ایمان کو مکدر کرنے والا جرم ہے۔ اس کے برعکس تحریک انصاف کی نچلی سطح پر اکثر کارکنان وہ ہیں جن کی زندگی کا مقصد ناچ گانے اور بیچ سڑکوں پر بھنگڑا ڈالنے کے علاوہ اور کچھ نہیں، انہیں تو بس ڈھول کی تاپ پر رقص کرنے کا شوق ہے پھر چاہے اس کا انتظام اُن کی اپنی پارٹی کی طرف سے کیا گیا ہو یا پھر کسی دوسری سیاسی پارٹی کا اجتماع ہو۔ ان اوباش کارکنان نے مولانا فضل الرحمٰن کی مخالفت میں بے شرمی اور بے حیائی کی ساری حدیں ہی پار کر دیں۔ اُن کے خلاف تمسخر آمیز خاکوں اور اشتہارات سے لے ہر شخص نے اُن کے خلاف بد زبانی اور ہرزہ سرائی کو اپنا اخلاقی فریضہ سمجھ کر اخلاقیات، تہذیب اور انسانیت کا سر شرم سے جھکا دیا ہے اور اُن کی کردار کشی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ مولانا اور مریم نواز کے فحش تصاویر بھی بنا ڈالے۔ اس موقع پر اشفاق احمد صاحب یاد آتے ہیں جو فرمایا کرتے تھے کہ کچھ لوگ اسلام کو گالی دینا چاہتے ہیں، لیکن عوامی ڈر یا عوامی دباؤ کی وجہ سے ایسا نہیں کر پاتے، وہ مولوی کو گالی دے کر اپنی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور یہی حالت آج ہماری بھی ہے۔ مولانا کو بحثیت سیاست دان تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا، بلکہ اُسے بحثیت ایک عالم دین جس کے سر پر عمامہ، چہرے پر داڑھی اور سادہ لباس کی وجہ سے گالم گلوچ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر عمران خان اور مولانا فضل الرحمٰن ایک دوسرے پر تنقید کریں تو دونوں کی سیاسی حیثیت مساوی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن کی سیاست اور پالیسیوں سے بے شک آپ کا اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن بحثیت مسلمان ہمارے پاس اس بات کا اختیار نہیں کہ ہم عمران خان یا مولانا فضل الرحمٰن کے ذاتی کردار کو تنقید کا نشانہ بنائیں۔ کسی بھی شخص کی کردار کشی کے باعث ایک طرف انسان ضمیر کی عدالت میں شرمندہ ہونا پڑتا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجرم ٹھہرتا ہے۔ ہمارے سیاسی رہنما اقتدار کی کرسیوں تک پہنچنے کے لیے اپنے کارکنان سے ووٹ، جلسوں میں شرکت اور زندہ باد، مردہ باد کے نعرے لگانے کا مطالبہ تو ضرور کرتے ہیں مگر کبھی ان کی سیاسی شعور کی آبیاری کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتے اور اپنے کارکنان کو یہ بتانے کے لیے اجتماع یا جلسے کا انعقاد نہیں کرتے کہ سیاسی اختلافات اور پالیسیوں پر تنقید ایک طرف لیکن کسی کو یہودیوں کا ایجنٹ، زانی، حرامی، شرابی، مولونا ڈیزل اور اس جیسے القابات سے پکارنے کی نہ تو اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ یہ ایک مہذب انسان کے شایان شان ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے ”جمہوری نظام“ کا نتیجہ ہے۔

اِنفاق

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

لغت میں ''انفاق'' کا مادہ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ایک کسی چیز کا ختم ہو جانا اور دوسرا کسی چیز کو چھپا دینا۔ انفاق میں عام طور پر پہلے معنی کا لحاظ ہوتا ہے اس لیے کہ جو چیز خرچ کی جاتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اصطلاح میں ''انفاق'' کہتے ہیں نیک یا مباح کاموں میں حلال یا پاک مال خرچ کرنے کو۔(مقاییس اللغۃ:5،454)

قرآن کریم میں نفقہ اور انفاق کا لفظ پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے:

1 فرضِ زکوٰۃ:

سورۂ بقرہ میں ہے:''ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

2 نفلی صدقات:

سورۂ آلِ عمران میں متقین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بتائی گئی ہے:''وہ خوشحالی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں۔''(134)

3 جہاد میں خرچ کرنا:

سورۂ بقرہ میں ہے:''اللہ کی راہ (جہاد) میں اپنے اموال خرچ کرو۔''

4 اہل وعیال پر خرچ کرنا:

سورۂ طلاق میں ہے:''وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔''

5 فقر و تنگدستی:

سورۂ اسراء میں ہے:''فرما دیجیے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو ممکن تھا کہ تم ختم ہو جانے کے ڈر سے بخل کرنے لگتے۔''(100)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۂ بقرہ24) میں انفاق کو قرضِ حسن قرار دیا ہے حالانکہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور وہی ہمیں صحیح خرچ کرنے کی بھی توفیق دیتا ہے، اصل میں انفاق کو قرضِ حسن قرار دینے میں انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کیونکہ جب قرض دہندہ کو اس بات کا علم ہو کہ قرض خواہ متمول بھی ہے اور دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام بھی کرتا ہے گویا اس کی رقم ڈوبنے کا کوئی خطرہ نہیں تو وہ انتہائی خوشدلی سے قرض دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اگر وہ یہ بھی جانتا ہو کہ قرض خواہ میری رقم کو مال شراکت قرار دے کر اپنے چلتے ہوئے کاروبار میں لگائے گا اور کئی گنا منافع کما کر مجھے لوٹائے گا تو اسے مطلوبہ رقم دینے میں مزید خوشی ہوگی اس کے ساتھ ساتھ اگر اسے یہ بھی علم ہو کہ قرض خواہ ایسا کریم اور کشادہ دل ہے کہ قرض لوٹاتے ہوئے اپنے فضل سے مزید ہی عطا نہیں کرتا بلکہ مالا مال کر دیتا ہے تو پھر وہ اشارہ پاتے ہی قرض دینے کے لیے آمادہ ہو جائے گا اور اس کے بہانے تلاش کرے گا کہ مجھ سے کسی طرح قرض لے لیا جائے کیونکہ عام طور پر جو لوگ کسی کو قرض نہیں دیتے تو اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل میں بخل اور مال کی شدید محبت ہوتی ہے یا اس لیے کہ انہیں قرض خواہ کے معاملات پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ اسے لیچڑ اور بددیانت انسان سمجھتے ہیں لیکن کریم ورحیم رب کے بارے میں ان باتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا پھر وہ جو قرض مانگتا ہے تو اپنی حاجت اور مجبوری کی بناء پر نہیں بلکہ اس کا فائدہ بھی سراسر انسانوں ہی کو ہوتا ہے۔

ذرا سوچیے! کہ دین کی سربلندی، ملک کے دفاع، دشمنانِ اسلام کے توڑ اور فقراء و مساکین پر خرچ کرنے میں کس کا فائدہ ہے؟ اللہ کا یا اللہ کے بندوں کا؟ بلاشبہ اس میں سراسر بندوں کا فائدہ ہے وہ ذات تو غنی اور بے نیاز ہے اگر سارے انسان بخل کرنے لگیں اور مال کے خزانوں پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں تو رب تعالیٰ کی کبریائی میں کیا فرق آئے گا اور اس کی بادشاہی کو کیا نقصان پہنچے گا۔

اہم نکتہ:

یہ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن میں جہاں بھی قرض کا ذکر آیا ہے وہاں اس کے ساتھ ''حسن'' کی صفت بھی آئی ہے۔قرضِ حسن وہ ہوگا جس کے اندر تین صفات پائی جاتی ہوں:

1۔ طیب اور حلال مال سے ہو۔خبیث اور ردی مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔
2۔ پوری خوش دلی اور رضاء الٰہی کے جذبے کے ساتھ دیا جائے۔
3۔ نہ کسی پر احسان جتلایا جائے اور نہ ہی کسی کو تکلیف دی جائے۔

پہلی صفت کا تعلق مال سے ہے دوسرا کا اللہ اور بندے سے ہے اور تیسری کا دینے اور لینے والے سے ہے۔(التفسیر القیم:ص148،نظرۃ النعیم:3،599)

ایک خوبصورت تشبیہ:

قرآن کریم میں اللہ کی راہ میں اموال خرچ کرنے والوں کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو زمین میں ایک دانہ بوتا ہے اور اس سے سات بالیاں اگتی ہیں ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں گویا ایک دانے سے اسے سات سو دانے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ سات سو دانے آخری حد نہیں بلکہ اللہ پاک جسے چاہے اس سے بھی زیادہ عطا کرتا ہے۔(سورۃ البقرہ:261)

بات یہ ہے کہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انفاق فی سبیل اللہ کے اجر میں اضافہ ہوتا ہے مثلاً ایمان، اخلاص، شرح صدر، حلال اور پاک مال، صحیح مصرف، احسان جتلانے اور اذیت دہی سے بچنا۔صفات جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوں گی اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ہوگا اور اگر ان میں نقص ہوگا تو اجر میں بھی نقص واقع ہونا یقینی ہے۔

جیسے کاشتکار زمین میں جو بیج بوتا ہے تو اسے بیج کے پھلنے پھولنے اور بار آور ہونے میں کئی چیزوں کا دخل ہوتا ہے زمین زرخیز ہو، بیج عمدہ اور صحت مند ہو، اسے مسلسل سیراب کیا جاتا ہے، گھاس پھونس ار جھاڑ جھنکار کی صفائی کی جائے، کوئی ناگہانی آفت اسے تباہ نہ کر دے جب یہ ساری شرائط پائی جائیں گی تو پھر امید کی جاسکتی ہے کہ اس زمین سے ان شاء اللہ دگنی پیداوار حاصل ہوگی یہی محنت اگر ایسی زمین میں کی گئی ہو جو انتہائی بلندی پر واقع ہو تو اس کے بار آور ہونے کے لیے ہلکی پھوار بھی کافی ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی (باقی صفحہ 7 پر)

US Declares War in Space

Views from Abroad

US Presidential megalomania has reached new heights. As if the world had become too small for Trump's hegemonic military interests, space is to be the new target for US military actions. Space has long since been "owned" by the US, according to the rhetoric of Presidents of the past two to three decades. But clearly Trump believes that someone else is threatening to contest this ownership and that this cannot be allowed to happen.

According to the headlines (The Independent) 10 August 2018, Mike Pence, US Vice President, declared

> "Trump has committed to preparing for the next battlefield where America's best and bravest will be called to deter and defeat a new generation of threats to our people and our nation."

Pence further stated that the President had "kept his promise to restore America's proud legacy in space..." Trump has apparently repeatedly said that the US must create 'a space force' and after Pence's announcement sent a tweet saying: "Space Force all the way!".

It transpires that Trump directed the US Department of Defence to begin the process of establishing Space Force in June, in order to deter "potential adversaries." The usual suspects of course: Russia and China, but – according to a reported statement from the Director of National Intelligence – "multiple countries" are getting in on the act by developing "both destructive and non-destructive anti-satellite weapons that could come online within a few years."

Here's how the US 'space battlefield' is planned: create US Space Command; establish elite Space Operations Force; create Space Development Agency and 'stand-up and scale-up' the US Space Force. Jim Mattis, the US Secretary of Defence told reporters he supports the plan's goal to address "space as a developing war-fighting domain" adding "This is a process we're in."

Analysts are saying that a US lead narrative of 'war in space' could well be a direct extension of the military industrial complex's way of drawing ever more funds into the armaments trade and away from pressing civilian needs and projects. Aside from propping up the largest military budget in the world, the US tax payer is now to be responsible for funding a new 'theatre of aggression' in and amongst an international fleet of satellites and various other space hardware in the upper reaches of the Earth's atmosphere.

It seems to be conclusive that the President of the US has the powers to wage war wherever and whenever he feels inclined. Although in theory Congress retains some power to be consulted and to take a decision in such matters, the reality is that if the hidden hand of central control has decided what it wants, that's what happens. And some still have the temerity to call this democracy?

The hidden hand only knows war games, in their various disguises. War games are their desperate antidote to a rising awareness amongst the population of this planet that they are simply numbers in a vicious game of roulette, played by a small number of psychopaths. The repression of thought and awareness which is part and parcel of this madness is reaching its peak, as we note in the now daily increases in the suffocation of

free speech and basic human rights.

Trump and Co is a corporation run by human dictators, hell bent on a totalitarian take-over the planet. A US led 'war in space' is probably supposed to make Americans feel 'great again'. As was the establishment of a prying military presence in every country in the world over past decades.

But the bubble is bursting – and the main danger now rests with the lack of oversight that could hold back a dictator's madness from being expressed globally in military terms.

Source: *Adapted from an article written by Julian Rose*

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''مرکز تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر فلیٹ نمبر 402 سیف پلازہ ویسٹرن بائی پاس روڈ، مظفر آباد'' میں

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

14 تا 16 ستمبر 2018ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 058-22447221/0300-7879787

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ لاہور غربی، جوہر ٹاؤن کے مبتدی رفیق شیخ محمد الطاف عظیم وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے مبتدی رفیق محمد عکراش نجیب کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی میرپور کے مبتدی رفیق حسن رضا کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0340-0152690

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے نقیب افضال شبیر خان کے سسر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق ضمیر دانش کے سسر وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ برسر روزگار بیٹا، عمر 33 سال، ایم اے پولیٹکل سائنس کے لیے دینی گھرانے سے صوم وصلوٰۃ کی پابند ہم پلہ بیٹی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0335-1650304

☆ لاہور کی رہائشی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل پڑھے لکھے، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کی رہائش اپنی ہو۔

برائے رابطہ: 0300-4009979

☆ شیخوپورہ شہر میں رہائش پذیر شریف خاندان کو اپنی دو بیٹیوں کے لیے رشتے مطلوب ہیں۔ عمریں بالترتیب 25، 23 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، پابند صوم صلوٰۃ، بڑی بیٹی نے عالمہ کورس بھی کر رکھا ہے۔ لاہور، شیخوپورہ یا قرب وجوار سے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-4614915

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی ایس آنرز، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4556441

☆ اسلام آباد میں مقیم ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی 39 سالہ باپردہ، دیندار، خلع یافتہ خاتون کے لیے ہم کفو (دین، تعلیم، عمر کے لحاظ سے) مناسب رشتہ درکار ہے۔ تعلیم ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس، ذات بلوچ، ایک آٹھ سالہ بچی ساتھ ہے، عقد ثانی کے خواہش مند ایسے حضرات جن کی پہلی بیوی موجود نہ ہو رجوع کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0333-5424854

☆ بیٹی عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی ریاضی، ٹیچر TEVTA پروگرام، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0320-5851414

☆ ملتان میں رہائش پذیر رفیقہ تنظیم کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، حافظ قرآن، عمر 22 سال، تعلیم بی ایس سی، 14 پارے حفظ مکمل، شرعی پردے اور صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے پنجاب سے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0303-6702771

☆ ملتان، ممتاز آباد کے مبتدی رفیق، عمر 32 سال، تعلیم مڈل، برسر روزگار، قوم بھٹی راجپوت، سرائیکی زبان کو عقد ثانی کے لیے پڑھی لکھی دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی، اولاد نہیں)

برائے رابطہ: 0315-6529888 0304-0073677

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے نقیب محمد اشرف کے بہنوئی بیمار ہیں

☆ تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے رفیق نجم علی کی والدہ دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.34

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore